دروسِ رمضان
حصہ دوم
تالیف
محمد فہیم مصطفائی
نعمان پبلیکیشنز گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب .... دروسِ رمضان [حصہ دوم]

مؤلف .... محمد فہیم قادری مصطفائی

موبائل نمبر 0300-4406838

پہلا ایڈیشن .... جون 2012ء

تعداد 1200

ناشر .... نُعمان پبلیکیشنز گوجرانوالہ

صفحات 88

ہدیہ ....

ملنے کے پتے

نظامیہ کتاب گھر اردو بازار لاہور

مکتبہ جمال کرم لاہور، مکتبہ اہلسنت لوہاری گیٹ لاہور، رضا ورائٹی ہاؤس لاہور

مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور، کرمانوالہ بک شاپ لاہور، اسلامک بک کارپوریشن راولپنڈی

مکتبہ مہریہ ڈسکہ، عطاری ڈی ڈسکہ، مکتبہ جلالیہ وصراط مستقیم فوارہ چوک گجرات

مکتبہ برکات المدینہ کراچی، مکتبہ چشتیہ بھیرہ سرگودھا، مکتبہ سلطانیہ فیصل آباد

مکتبہ قادریہ میلاد مصطفیٰ چوک گوجرانوالہ، مکتبہ رضائے مصطفیٰ دارالسلام چوک گوجرانوالہ

مکتبۃ المصطفیٰ لوہیانوالہ گوجرانوالہ، مکتبہ ابوحنیفہ جامعہ نعیمیہ لاہور، مکتبۃ المجاہد بھیرہ سرگودھا

فہرست

عرض ناشر

سولہ رمضان

❁ روزہ اور اعمالِ سیئہ ❁

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم۔

﴿والذین کسبوا السیئات جزاء سیئۃ بمثلھا﴾ [یونس:۲۷]

محترم قارئین!

قرآن مجید فرقان حمید کی سورۃ یونس کی آیت نمبر ۲۷ میں خالق باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اور جن لوگوں نے برے اعمال کیے تو برے عمل کا بدلہ اُسی کی مثل ہوگا۔''

اِس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ انسان کو اُس کے برے اعمال کا پورا پورا بدلہ عذاب کی صورت میں ملے گا، قرآنِ مجید میں اس کے علاوہ بھی کئی مقامات پر اعمالِ سیئہ کی مذمت بیان کی گئی ہے

﴿من جاء بالسیئۃ فلایجزی الا مثلھا وھم لا یظلمون﴾ [الانعام:۱۶۰]

''جو بھی برا عمل کرے گا، پس اُسے اُس کی مثل بدلہ دیا جائے گا اور وہ ظلم نہیں کیے جائیں گے۔''

﴿بلی من کسب سیئۃ واحاطت بہ خطیئتہ فاولئک اصحاب النار ھم فیھا خالدون﴾ [البقرہ:۸۱]

''بلکہ جس نے بھی برا عمل کیا اور اُسے اُس کے برے عمل نے گھیر لیا تو یہی لوگ جہنم والے ہیں، یہ اُس میں ہمیشہ رہیں گے۔''

اِن تینوں آیات سے معلوم ہوا کہ اعمالِ سیئہ کرنے والوں کو عذاب کا سامنا ہوگا اور جہنم ان کا مقدر ہوگی مگر جو لوگ توبہ کرلیں گے، اُن کی معافی ہوجائے گی۔

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿من یعمل سوء ا او یظلم نفسہ ثم یستغفر اللّٰہ یجد اللّٰہ غفورا رحیما﴾

''جو بھی برا عمل کرے یا اپنے اوپر ظلم کرے، پھر اللہ سے بخشش مانگ لے تو وہ اللہ تعالیٰ کو بخشنے والا مہربان پائے گا۔'' [النساء: ۱۲۳]

اِن تمام آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ خالق کائنات نے مومنین کو برے اعمال کرنے سے روکا ہے اور برے اعمال کرنے والوں کی مذمت بیان فرمائی ہے اور پھر خصوصی طور پر ماہ رمضان میں برے اعمال تو زیادہ ہی باعث مذمت ہیں کیونکہ ماہ رمضان کی آمد ہوتے ہی جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور شیطان پابندِ سلاسل کردیئے جاتے ہیں جس کا مطلب ہے کہ اس ماہِ مقدس میں اللہ تعالیٰ کا لطف وکرم اپنے بندوں پر وہ راہیں کھول دیتا ہے جو جنت کی طرف لے جاتی ہیں اور وہ راستے بند کردیتا ہے جو اعمالِ سیئہ کی پاداش میں دوزخ کی طرف لے جانے کا سبب بنتے ہیں۔

تقدس وپاکیزگی کی اس ایمان افروز فضا میں انسان کو اعمالِ صالحہ کی ترغیب اور برائیوں سے بچنے کی تحریک از خود ملنے لگتی ہے، ایسے میں جب الطاف ونوازشات خداوندی کی ہر طرف رم جھم ہو رہی ہو تو جو کوئی گناہ ومعصیت کی راہ اختیار کرے اور رحمت خداوندی سے محروم رہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس معصیت کیلئے اس انسان کا نفس خود ایک بہت بڑے شیطان کا روپ دھار چکا ہے اور اسے ہمہ وقت برائیوں پر اکساتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ان النفس لامارة بالسوء﴾ [یوسف: ۵۳]

''بے شک نفس تو برائی کا حکم دینے والا ہے۔''

اسلئے مومن کو حالتِ روزہ میں اس نفس کو بھی کنٹرول کرنا ہوگا کیونکہ روزے کا اہم مقصد انسان کو برائیوں سے بچنے کا عادی بنانا ہے ورنہ رب ذوالجلال کو ہمارے بھوکے پیاسے رہنے کا کیا فائدہ؟ رب تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ میرے بندے بھوکے پیاسے رہیں گے تو گناہ کم کریں گے۔

اب انسان کیلئے کس حد تک روزے میں گناہوں سے بچنا ضروری ہے؟ اس سلسلے میں علماء کرام نے روزے کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں:

[۱]: عوام کا روزہ [۲]: خواص کا روزہ [۳]: اخص الخواص کا روزہ

عوام کا روزہ

صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک ارادۃً کھانے پینے اور جماع سے رکے رہنا۔

خواص کا روزہ

کھانے پینے اور جماع سے رکنے کے ساتھ ساتھ جسم کے تمام اعضاء کو برائیوں سے روکنا۔

اخص الخواص کا روزہ

اپنے آپ کو تمام تر اُمور سے روک کر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا۔

قلندر لاہور شیخ طریقت حضرت داتا گنج بخش فرماتے ہیں کہ "روزے کی حقیقت رکنا ہے اور رکے رہنے کی بہت سی شرائط ہیں، مثلاً معدے کا کھانے پینے سے روکے رکھنا، آنکھ کو شہوانی نظر سے روکے رکھنا، کان کو غیبت سننے، زبان کو فضول اور فتنہ انگیز باتیں کرنے اور جسم کو حکم الٰہی کی مخالف سے روکے رکھنا روزہ ہے۔" [کشف المحجوب: ۳۵۴]

جب بندہ ان تمام شرائط کو پورا کرے گا تب وہ حقیقۃً روزہ دار ہوگا، افسوس صد افسوس! ہمارے اکثر مسلمان روزے کے آداب کا بالکل ہی لحاظ نہیں رکھتے اور وہ صرف بھوکے پیاسے رہنے کو ہی بہت بڑی بہادری سمجھتے ہیں اور روزہ رکھ کر بے شمار ایسے اعمال کرتے ہیں جو خلاف شرع ہوتے ہیں، اس طرح فقہی اعتبار سے تو روزہ ہو جائے گا مگر ایسا کرنے سے روزہ رکھنے کا روحانی کیف و سرور حاصل نہ ہوگا۔

کیونکہ جو چیزیں ماہ رمضان سے پہلے حلال تھیں، وہ اس ماہ کی وجہ سے اب حرام ہو گئیں اور جو چیزیں ماہ رمضان سے پہلے بھی حرام تھیں مثلاً جھوٹ، غیبت، چغلی، بدگمانی، فحاشی و عریانی، والدین کی نافرمانی وغیرہ تو یہ چیزیں ماہ رمضان میں پہلے سے بھی کئی درجے زیادہ حرام ہو گئیں، لہذا رب تعالیٰ کا منشا یہی ہے کہ میرے بندے روزے کی حقیقی روح کو اپنائیں اور ان برے اعمال کو بھی چھوڑ دیں۔

جیسا کہ کثیر احادیث میں اس مضمون کی وضاحت کی گئی ہے:

﴿عن ابی هريرة قال قال رسول الله: من لم يدع قول الزور والعمل به فليس لله حاجة ان يدع طعامه وشرابه﴾

[صحیح بخاری: کتاب الصوم باب من لم یدع، رقم: ۱۹۰۳]، [کنز العمال: ۸/۵۰۷]، [مشکوۃ المصابیح: ۱/۱۷۶]

"حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رسول پاک نے ارشاد فرمایا کہ جس

نے جھوٹی بات اور اس پر عمل نہ چھوڑا تو اللہ تعالی کو اس کے کھانا پینا چھوڑنے کی کوئی حاجت نہیں۔"

اسی طرح امام شعبی سے روایت ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق نے فرمایا:

﴿ ليس الصيام من الطعام والشراب ولكنه من الكذب والباطل واللغو ﴾

[مصنف ابن ابی شیبہ: کتاب الصیام، باب ما یومر بہ الصائم: ۲/۴۲۲]

"روزہ کھانے پینے سے ہی رکنے کا نام نہیں بلکہ جھوٹ، باطل اور لغو باتوں سے رکنے کا نام ہے۔"

اسی طرح صحیح مسلم وغیرہ میں حضرت ابوہریرہ سے ایک روایت ہے:

﴿ قال رسول الله : ليس الصيام من الاكل والشرب ،انما الصيام من اللغو والرفث فان سابك احد وجهل عليك فقل انى صائم ﴾

[صحیح مسلم: کتاب الصیام، باب حفظ اللسان: رقم: ۲۷۰۳]، [مصنف ابن ابی شیبہ: ۲/۴۲۱]، [المستدرک للحاکم: کتاب الصوم: ۱/۵۹۵]، [کنز العمال: ۸/۵۰۷]

"رسول اللہ نے فرمایا کہ صرف کھانے پینے کے چھوڑنے کا نام روزہ نہیں بلکہ فضول اور لغو باتیں بھی چھوڑنے کا نام روزہ، پس اگر تمہیں کوئی برا بھلا کہے اور وہ تمہارے بارے نہیں جانتا تو تم کہہ دو کہ میں روزہ دار ہوں۔"

﴿ عن ابن مسعود : ان الله تبارک وتعالىٰ قال : من لم تصم جوارحه عن محارمی فلا حاجة فیّ ان یدع طعامه وشرابه من اجلی ﴾ [کنز العمال: ۸/۵۰۸]

"حضرت ابن مسعود روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ جس کے اعضاء میری حرام کردہ چیزوں سے باز نہ رہے تو مجھے اس کے کھانا پینا میرے لئے چھوڑ دینے کی کوئی حاجت نہیں۔"

﴿ عن جابر بن عبدالله : اذا صمت فليصم سمعک وبصرک ولسانک عن الكذب والمحارم والماثم ودع اذى الخادم ﴾

[شعب الایمان: ۳/۳۱۷]، [مصنف ابن ابی شیبہ: ۲/۴۲۲]

"حضرت جابر بن عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ جب تو روزہ رکھے تو تیرے کان، تیری آنکھ اور تیری زبان بھی جھوٹ، حرام چیزوں، گناہوں سے روزہ رکھیں اور تو خادم کو تکلیف دینا چھوڑ دے۔"

﴿ عن مجاهد : قال خصلتان من حفظهما له صومه الغيبة والكذب ﴾

[شعب الایمان: ۳/۳۱۷]، [مصنف ابن ابی شیبہ: ۲/۴۲۲]

"حضرت مجاہد روایت کرتے ہیں کہ دو خصلتیں ایسی ہیں جس نے ان کی حفاظت کی حقیقت

میں روزہ دار وہی ہے ،غیبت اور جھوٹ ۔‘‘

حضرت ابوالعالیہ فرماتے ہیں:

﴿الصیام فی عبادۃ مالم یغتب﴾ [شعب الایمان:۳/۳۱۸]،[مصنف ابن ابی شیبہ:۲/۴۲۲]

’’روزہ اس وقت تک عبادت ہے جب تک غیبت نہ کی ۔‘‘

محترم قارئین!

ان تمام روایات واحادیث سے معلوم ہوگیا کہ روزہ صرف کھانے پینے سے رکے رہنے کا نام نہیں بلکہ روزے کی اصل روح یہ ہے کہ انسان اپنے تمام اعضاء کو گناہوں سے باز رکھے اور روزے کی حالت میں خصوصاً کسی گناہ کا ارتکاب نہ کرے اور ان اعضاء سے صرف اعمال صالحہ ہی کرے تا کہ بندے پر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں کی برسات ہوتی رہے ۔

اب یہ بات جاننا بھی ضروری ہے کہ اعضاء انسانیہ سے کون کون سے برے اعمال سرزد ہوتے ہیں جن سے بچنا ضروری ہے اور کون کون سے اچھے اعمال صادر ہوتے ہیں جن کو اپنانا ہمارے لئے ضروری ہے ۔

آنکھ کا روزہ

علماء کرام فرماتے ہیں کہ آنکھ کا روزہ یہ ہے کہ آنکھ جب بھی اُٹھے تو صرف اور صرف جائز امور کی طرف ، آنکھ سے مسجد کا نظارہ دیکھیں ،قرآن مجید کی زیارت کریں ،مزارات اولیاء ،علماء کرام ، مشائخ عظام کا دیدار کریں ، اللہ تعالیٰ دکھائے تو کعبہ معظّمہ کے انوار دکھائے ، مکہ مکرمہ کی مہکی مہکی گلیاں اور وہاں کے وادی و کہسار دیکھیے ، میٹھے میٹھے مدینے کے صحرا وگلزار دیکھئے ،سنہری جالیوں کے انوار ، جنت کی پیاری پیاری کیاری کی بہار اور آقا کریم کا پیارا پیارا سبز گنبد کا نظارہ دیکھئے جبکہ آنکھ کو بے حیائی ، فحاشی نامحرم عورتوں کو دیکھنے سے بچائیں ۔

کان کا روزہ

صرف جائز باتیں سنیں مثلاً کانوں سے تلاوت کلام ،نعت رسول اور علماء کرام کے اچھے اچھے بیانات جبکہ ان کانوں سے ڈھول باجے ، گانے وغیرہ ، فحش گفتگو ، کسی کی غیبت ، چغلی وغیرہ مت سنیں ۔

زبان کا روزہ

زبان صرف نیک اور جائز کاموں کیلئے حرکت کرے مثلاً زبان سے تلاوت قرآن، ذکر و درود، نعت شریف وغیرہ بولیں جبکہ اس زبان کو جھوٹ، غیبت، چغلی اور فضول باتوں سے بچائیں۔

ہاتھوں کا روزہ

ہاتھ جب بھی اٹھیں تو صرف نیک کاموں کیلئے مثلاً باطہارت قرآن پاک کو پکڑیں، نیک لوگوں سے مصافحہ کریں، کسی یتیم کے سر پر دست شفقت پھیریے، یہ ہاتھ کسی پر ظلم کیلئے نہ اٹھیں، رشوت لینے کیلئے نہ بڑھیں، کسی کا مال نہ چرائیں۔

پاؤں کا روزہ

پاؤں چلیں تو صرف نیک کاموں کیلئے مثلاً: مساجد کی طرف، مزارات اولیاء، علماء و صلحا کی زیارت، نیک محافل کی طرف بڑھیں، کاش مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کی حاضری کی طرف بڑھیں مگر یہ پاؤں کسی کو نقصان پہنچانے یا گناہ کرنے کیلئے نہ بڑھیں۔

محترم قارئین!

واقعی حقیقی معنوں میں روزے کی برکات تو اسی وقت نصیب ہوں گی جب ہم تمام اعضا کا بھی روزہ رکھیں گے ورنہ بھوک پیاس کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا جیسا کہ حدیث مبارک میں ہے:

﴿عن ابی هريرة قال قال رسول الله : كم من صائم ليس له من صيامه الا الظماء و كم من قائم ليس له من قيامه الا السهر﴾ [سنن دارمی، مشکوۃ المصابیح: ۱۷۷]

"حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ کتنے ہی روزہ دار ایسے ہیں جنھیں روزے سے صرف پیاس ہی ملتی ہے اور کتنے ہی قیام کرنے والے ایسے ہیں جنھیں قیام سے بیداری ہی ملتی ہے۔"

معلوم ہوا کہ گناہوں سے تمام اعضا کو روکنا ہی روزے کی اصل روح ہے کیونکہ گناہ تو گناہ ہی ہے، عام دنوں میں بھی کریں تو اللہ تعالی کی ناراضگی کا سبب ہے اور جب کوئی مومن ماہ رمضان میں گناہ کرتا ہے تو وہ بہت بڑا بد بخت ہے اور بہت بڑی سعادتوں سے محروم ہو جاتا ہے:

جیسا کہ سیدتنا ام ہانی فرماتی ہیں: آقا کریم نے فرمایا کہ میری امت ذلیل و رسوا نہ ہوگی جب تک ماہ رمضان کا حق ادا کرتی رہے گی، عرض کی گئی یا رسول اللہ! رمضان کے حق کو ضائع کرنے میں ان

کا ذلیل و رسوا کرنا کیا ہے؟

فرمایا کہ اس ماہ میں ان حرام کاموں کو کرنا، پھر فرمایا کہ جس نے اس ماہ میں زنا کیا یا شراب پی تو اگلے رمضان تک اللہ تعالیٰ اور جتنے آسمانی فرشتے ہیں، سب اس پر لعنت کرتے ہیں، پس اگر یہ شخص اگلے رمضان کو پانے سے پہلے ہی مر گیا تو اس کے پاس کوئی ایسی نیکی نہ ہوگی جو جہنم کی آگ سے بچا سکے، پس تم ماہ رمضان کے معاملے میں ڈرو کیونکہ جس طرح اس ماہ میں اور مہینوں کے مقابلے میں نیکیاں بڑھا دی جاتی ہیں، اسی طرح گناہوں کا بھی معاملہ ہے۔" [المعجم الکبیر للطبرانی: ۹: ۱۶۷، رقم: ۱۳۸۸]

معلوم ہوا کہ ماہ رمضان میں گناہوں سے بچنے کا خصوصی اہتمام کرنا ہوگا ورنہ اس ماہ میں گناہ بھی کئی گنا زیادہ بڑھا دیا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سترہ رمضان

غزوہ بدر

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

﴿ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ﴾ [ال عمران:۱۲۳]

صدق اللہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم

محترم قارئین!

''بدر'' مدینہ منورہ سے تقریباً 20 میل کے فاصلے پر ایک کنواں ہے جس کا نام بدر ہے، اسی مقام پر اسلام وکفر کے درمیان پہلا عظیم معرکہ پیش آیا، جمعہ کا دن اور رمضان المبارک کی 17 تاریخ اور ہجرت کا دوسرا سال تھا، مسلمانوں کی تعداد تین سو تیرہ اور کفار ایک ہزار کے لشکر پر مشتمل تھے، اللہ تعالی نے مسلمانوں کو وہ عظیم الشان فتح عطا فرمائی جس کے بعد اسلام کی عزت واقبال کا پرچم اس قدر بلند ہوگیا کہ کفار قریش کی عظمت وشوکت بالکل ہی خاک میں مل گئی۔

اللہ تعالی نے جنگ بدر کے دن کا نام **''یوم الفرقان''** رکھا اور قرآن کی سورۃ الا انفال میں تفصیل کے ساتھ اور سورۃ ال عمران اور دیگر سورتوں میں اجمالاً بار بار اس معرکہ کا ذکر کیا اور اس جنگ میں مسلمانوں کی فتح مبین کے بارے احسان جتائے ہوئے خداوند عالم نے قرآن مجید میں (سورۃ ال عمران: 123) میں ارشاد فرمایا:

﴿ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ فاتقوا اللہ لعلکم تشکرون﴾

''اور اللہ تعالی نے تمہاری بدر کے مقام پر مدد فرمائی اس حال میں کہ تم بے سروسامان تھے، پس تم اللہ سے ڈرو تاکہ تم شکر گزار ہوجاؤ۔''

غزوہ بدر کے اسباب

(زرقانی فی المواہب: 398/1) میں ہے کہ حضور کے حکم سے حضرت عبداللہ بن جحش کی نگرانی میں ایک قافلہ قریش کے قافلوں پر نظر رکھنے کے لئے نکلا تھا، اسی دن کفار کا ایک قافلہ عمرو بن خضرمی کی امارت میں مال تجارت سمیت جارہا تھا کہ صحابہ کرام کے قافلے والوں کی ان سے جھڑپ ہوگئی جس کے نتیجے میں عمرو بن خضرمی قتل ہوگیا، دو ساتھی قید بھی ہوئے جو بڑے ہی معزز خاندان سے تعلق رکھتے تھے، اس واقعہ نے کفار قریش کو غیض وغضب میں آگ بگولا کر دیا اور خون کا بدلہ خون لینے کا نعرہ مکہ کے ہر کوچہ بازار میں گونجنے لگا، درحقیقت جنگ بدر کا معرکہ اسی واقعہ کا ردعمل ہے۔

(تاریخ طبری:1284)

پھر یہ ہوا کہ آقا کریم قریش کے ایک قافلہ کو پکڑنے کے لئے مدینہ منورہ سے جنگی تیاری کے بغیر روانہ ہوئے، جب مقام ذی العشیرہ پہنچے تو پتہ چلا کہ وہ قافلہ بسلامت مکہ پہنچ گیا ہے اور ابو جہل ایک ہزار کے لشکر جرار کے ساتھ جنگ کے ارادے سے آرہا ہے، حضور اکرم کو جب یہ اطلاع ملی تو آپ نے صحابہ کرام کو جمع کر کے صورت حال سے آگاہ فرمایا اور ان سے مشورہ طلب فرمایا:

چنانچہ حضرت مقداد بن عمرو کھڑے ہوئے اور عرض کی:

[یا رسول اللہ! امض لما اراک اللہ نحن معک واللہ لا نقول لک کما قال بنو اسرائیل لموسی اذھب انت وربک فقاتلا انا ھھنا قاعدون ولکن اذھب انت وربک فقاتلا انا معکما مقاتلون]

"یا رسول اللہ! جو اللہ نے آپ کو حکم دیا، آپ وہ کر گزریں، ہم آپ کے ساتھ ہیں اور اللہ کی قسم! ہم آپ کو ویسے نہیں کہیں گے جیسے کہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے کہی کہ آپ اور آپ کا رب جائیں، پس دونوں لڑیں، بے شک ہم تو یہاں بیٹھے ہیں، لیکن آپ چلیں اور آپ کا رب اور لڑیں بے شک ہم آپ کے ساتھ لڑیں گے۔"

پھر حضور نے فرمایا [**اشیروا علیّ ایھا الناس**] "تم مجھے مشورہ دو اے لوگو" اب انصار کو خیال آیا کہ حضور کا اشارہ ہماری ہی طرف ہے، چنانچہ انصار کے علمبردار حضرت سعد بن معاذ اٹھے اور عرض کی: [**قال سعد: لقد آمنا بک وصدقناک وشھدنا ان ما جئت بہ ھو الحق و اعطیناک علی ذلک عھودنا و مواثیقنا علی السمع والطاعۃ فامض لما اردت فنحن معک فوالذی بعثک بالحق لو استعرضت بنا ھذا البحر فخضتہ لخضناہ**

معک وما تخلف منا رجل واحد]

"حضرت سعد نے کہا کہ بے شک ہم آپ پر ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کی اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ جو آپ لے کر آئے وہ حق ہے، ہم نے آپ سے اس بارے وعدہ کیا کہ ہم آپ کی اطاعت وفرمانبرداری کریں گے، پس آپ جو چاہتے ہیں، وہ کرگزریئے، پس ہم آپ کے ساتھ ہیں، پس قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو نبی برحق مبعوث فرمایا، اگر آپ ہمیں اس دریا میں کودنے کا حکم صادر فرمائیں گے تو ہم آپ کے ساتھ کود پڑیں گے اور ہم میں سے کوئی بھی پیچھے نہ رہے گا۔"

اس طرح سرفروشوں کا یہ گروہ اپنے رب کے نام کو بلند کرنے کا عزم صمیم لے کر آگے بڑھا اور بدر کے مقام پر خیمہ زن ہوا، جنگ سے ایک روز قبل حضور اپنے صحابہ کی معیت میں میدان جنگ کے نشیب وفراز کا جائزہ لینے کے لئے نکلے، اسی اثناء میں آپ ان مقامات کی نشاندہی بھی فرماتے گئے جہاں کل ہونے والی جنگ میں مکہ کے سرداروں کی لاشیں گرنی ہیں، آپ فرماتے [ھذا مصرع فلاع ھذا مصرع فلاں] چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ نے جو جگہ جس کافر کی قتل گاہ بتائی تھی اس کافر کی لاش ٹھیک اسی جگہ پائی گئی۔ (ابوداؤد 364/2)، (مسلم: 102/2)، (مشکوۃ: 531)

چنانچہ رمضان کی سترہ تاریخ تھی اور جمعہ کا دن تھا جب چشم آفتاب اور وادی بدر کے سنگریزوں نے اس انوکھی جنگ کا مشاہدہ کیا جس میں باطل اپنی پوری قوت وطاقت سے مسلح ہوکر حق کو کچلنے کے لئے نکلا اور حق نے اپنی بے سروسامانی کے باوجود باطل کو پاش پاش کرکے رکھ دیا، اگر اس روز اللہ کی تائید اور مسلمانوں کی جانفروشی کے باعث حق کا بول بالا نہ ہوتا تو آج آفتاب صداقت کی یہ جلوہ سامانیاں نہ ہوتیں بلکہ یہ کائنات کفروشرک کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبی ہوتی، اسی لئے قرآن حکیم نے اس روز سعید کو یوم الفرقان فرمایا اور اہل اسلام کی تائید غیبی کو قرآن مجید نے مفصل ذکر کیا، سورۃ الانفال میں ہے:

[اذ تستغیثون ربکم فاستجاب لکم انی ممد کم بالف من الملائکۃ مردفین] (سورۃ الانفال: 9)

"جب تم اپنے رب سے مدد مانگ رہے تھے تو اس نے آپ کی دعا قبول فرمائی کہ بے شک میں تمہاری ہزار فرشتوں کے ذریعے مدد فرماؤں گا جو جماعت در جماعت ہوں گے۔"

[ولقد نصر کم اللہ ببدر و انتم اذلۃ فاتقوا اللہ لعلکم تشکرون، اذتقول

للمومنين الن يكفيكم ان يمدكم ربكم بثلثة الاف من الملائكة منزلين، بلى ان تصبروا وتتقوا ويا توكم من فورهم هذا يمدد كم ربكم بخمسة الاف من الملائكة مسومين] (سورۃ آل عمران:122,123,124)

''اور البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمہاری مدد فرمائی بدر کے مقام پر اس حال میں کہ تم بے سروسامان تھے ، پس تم اللہ سے ڈرو تا کہ تم شکرگزار ہو جاؤ، جب آپ مومنوں کو کہہ رہے تھے کہ کیا وہ تمہارا رب تمہاری مدد نہیں فرمائے گا تین ہزار اترے ہوئے فرشتوں کے ساتھ اور اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو اور یہ تم پر فوراً حملہ کر دیں تو تمہارا رب تمہاری مدد فرمائے کہ پانچ ہزار نشان زدہ گھوڑوں کے ساتھ۔''

آئندہ آیات میں اسی نصرت و تائید کی وجہ بھی ارشاد فرمادی:

[وما جعله اللّٰہ الا بشریٰ لکم ولتطمئن قلوبکم به وما النصر الا من عند اللّٰہ العزیز الحکیم](آل عمران:126,127)

''اور اللہ تعالیٰ نے اسے نہیں بنایا مگر تمہارے لئے خوشخبری اور تا کہ تمہارے دل اس کے ساتھ مطمئن ہوں اور مدد نہیں ہے مگر اللہ کی طرف سے جو غالب حکمت والا ہے۔''

غزوہ بدر میں کفار کی مدد کے لئے شیطان لعین آیا تھا اور کفار کو کہتا تھا کہ آج تم کوئی بھی غالب نہیں آسکتا مگر جب اس ملعون نے فرشتوں کو آتے دیکھا تو کہنے لگا کہ میں تم سے بیزار ہوں کیونکہ جو میں دیکھتا ہوں وہ تم نہیں دیکھتے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

[فلما ترات الفئتن نکص علی عقبیه و قال انی بری منکم انی اری ما لاترون انی اخاف اللّٰہ](سورۃ الانفال:43)

''اور جب دونوں جماعتیں آمنے سامنے ہوئیں تو وہ ایڑیوں کے بل واپس ہو گیا اور کہا کہ میں تم سے بیزار ہوں، بے شک میں جو دیکھتا ہوں، وہ تم نہیں دیکھتے، بے شک میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔''

فرشتوں کی مدد کی تائید

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک انصاری کسی کافر پر حملہ آور ہونے جارہا تھا کہ اچانک اس نے کوڑے مارنے اور ایک سوار کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا: [اقدم حیزوم!] تو اس انصاری نے دیکھا کہ وہ کافر گرپڑا تھا اور اس کا منہ پھٹا ہوا تھا اور کی گردن ٹوٹی ہوئی تھی، اس کے بعد وہ انصاری آقا کریم کی خدمت میں حاضر ہوا اور جو کچھ مشاہدہ کیا تھا عرض کر دیا، آقا کریم نے فرمایا یہ سب

اللہ کی طرف سے فرشتوں کی مددتھی۔ [مدارج النبوۃ:161/2]

اس کے بعد گھمسان کی جنگ ہوئی، حضرت ابوبکرصدیق کے مقابلہ میں ان کے بیٹے عبدالرحمٰن تلوار کھینچ کر نکلے، حضرت عمر کی تلوار اپنے ماموں کے خون سے رنگین ہوئی، حضرت امیر حمزہ نے شیبہ کوقتل کیا، حضرت شیرخدا نے ولید کوقتل کیا اور ابوجہل دو ننھے مجاہدوں معوذ اور معاذ نے قتل کیا۔

(بخاری:568/2)،(مشکوۃ:351) میں ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف فرماتے ہیں کہ جنگ بدر میں اپنے دائیں بائیں معاذ اور معوذ کو دیکھا، ان میں سے ایک نے کہا کہ اے چچا! کیا تم ابوجہل کو پہچانتے ہو، میں نے کہا کہ میں جانتا ہوں مگر تمہیں اس سے کیا کام ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہم نے سنا ہے کہ وہ رسول اللہ کو گالیاں دیتا ہے:

قسم کھائی ہے مر جائیں گے یا ماریں گے ناری کو
سنا ہے گالیاں دیتا ہے وہ محبوب باری کو

حضرت عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ ان کی باتیں سن کر خوش ہوا کہ اتنے میں ابوجہل کو گھوڑا میدان میں دوڑاتے دیکھا تو میں نے ان بچوں کو کہا کہ یہ ہے وہ جس کے متعلق تم پوچھتے تھے، یہ سنتے ہی وہ دونوں اپنی تلواریں میان سے نکال کر بازوں کی طرح جھپٹے اور ابوجہل پر حملہ کر کے اسے قتل کردیا، پھر حضور نے اس کے بارے میں کہا:

﴿ الحمد للّٰہ الذی اخزاک یا عدو اللّٰہ ! مات فرعون ھٰذہ الامۃ ﴾

"تمام خوبیاں اس اللہ کیلئے جس نے تمہیں رسوا کیا، اے اللہ کے دشمن، اس امت کا فرعون مرگیا۔"

جنگ کا نتیجہ

عتبہ، شیبہ اور ابوجہل وغیرہ کفار قریش کی ہلاکت سے کفار مکہ کی کمر ٹوٹ گئی اور ان کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ ہتھیار ڈال کر بھاگ کھڑے ہوئے اور مسلمانوں نے ان لوگوں کے گرفتار کرنا شروع کردیا، اس جنگ میں کفار کے ستر آدمی قتل اور ستر گرفتار ہوئے، باقی اپنا سامان چھوڑ کر بھاگ گئے، اس جنگ میں کفار مکہ کو ایسی زبردست شکست ہوئی کہ ان کی عسکری طاقت ختم ہوگئی، کفار قریش کے بڑے نامور سردار جو بہادری اور فن سپہ گری میں یکتائے روزگار تھے ایک ایک کر کے سب موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے، ان ناموں میں عتبہ، شیبہ، ابوجہل، زمعہ، عاص بن ہشام، امیہ بن خلف، عقبہ بن ابی

معیط نظر بن حارث وغیرہ سب مارے گئے۔

جنگ بدر میں کل چودہ مسلمان شہید ہوئے جن میں سے چھ مہاجر اور آٹھ انصار تھے، ان شہدائے بدر میں سے تیرہ میدان بدر میں ہی مدفون ہوئے جبکہ عبیدہ بن حارث بدر سے واپسی پر منزل "صفراء" میں فوت ہوئے۔ (زرقانی: 445/1)

بدر کا گڑھا

رسول اکرم کا ہمیشہ یہ طرز عمل رہا کہ جہاں کوئی لاش نظر آتی آپ اس کو دفن کروا دیتے مگر جنگ بدر میں قتل ہونے والے کفار کی تعداد بہت زیادہ تھی اس لئے ان کی تمام لاشوں کو بدر کے ایک گڑھے میں ڈال دیا گیا۔ (بخاری کتاب المغازی باب قتل ابی جہل: 566/2)

کفار کی لاشوں سے خطاب

جب کفار کی لاشیں بدر کے گڑھے میں ڈال دی گئیں تو رسول اکرم نے اس گڑھے کے کنارے کھڑے ہو کر مقتولین کے نام لے کر اس طرح پکارا کہ اے عتبہ بن ربیعہ! اے شیبہ بن ربیعہ! اے فلاں! اے فلاں! کیا تم لوگوں نے اپنے رب کے وعدہ سچ پایا؟ ہم نے تو اپنے رب کے وعدے کو بالکل ٹھیک سچ پایا، حضرت عمر فاروق نے بڑے تعجب سے عرض کی یا رسول اللہ! آپ ان بے روح جسموں سے کلام فرما رہے ہیں؟ حضور نے فرمایا کہ اے عمر قسم بخدا! تم میری بات کو ان سے زیادہ نہیں زیادہ نہیں سن سکتے لیکن بات یہ ہے کہ یہ مردے جواب نہیں دے سکتے۔

(بخاری باب جاء عذاب القبر: 566/2)

مجاہدین بدر کا استقبال

رسول اکرم نے فتح کے بعد حضرت زید بن حارثہ کو فتح کی خوشخبری سنانے کے لئے مدینہ بھیج دیا تھا، چنانچہ حضرت زید بن حارثہ یہ خوشخبری لے کر جب مدینہ پہنچے تو تمام اہل مدینہ جوش مسرت کے ساتھ آقا کریم کی آمد آمد کے انتظار میں بے قرار رہنے لگے اور جب تشریف آوری کی خبر پہنچی تو اہل مدینہ نے آگے بڑھ کر مقام "روحا" پر آپ کو پر جوش استقبال کیا۔ (ابن ہشام: 643/2)

مجاہدین بدر کے فضائل

جو صحابہ کرام جنگ بدر کے جہاد میں شریک ہوئے وہ تمام صحابہ ایک خصوصی شرف سے ممتاز ہوئے ،ان سعادت مندوں کے بارے میں حضور نے فرمایا بے شک اللہ اہل بدر سے واقف ہے اور اس نے فرمایا ہے کہ اب جو عمل چاہو کرو بلاشبہ تمہارے لئے جنت واجب ہو چکی ہے۔

(بخاری باب فضل من شہد بدرا 567/2)

جنگ بدر کا درس ہدایت

یہ ہے کہ فتح و کامرانی محض اللہ کی تائید و نصرت کا نتیجہ ہے اس لئے اللہ کی اور اس کے رسول اکرم کی اطاعت میں کوشاں رہو تا کہ تائید غیبی ہمیشہ ہمیشہ تمہارے شامل حال رہے، ایسا نہ ہو کہ تم اپنی بہادری اور شجاعت پر مغرور ہو کر احکام الہی اور ارشادات مصطفوی سے سرتابی کرنے لگو۔

اٹھارواں رمضان

روزہ اور صبر

الحمد للّٰہ الذی فتح قلوب العلماء بمفاتیح الایمان و شرح صدور العرفاء بمصابیح الا یقان واکمل الصلوٰت واجمل التحیات علی صدر الموجودات و بدر المخلوقات، احمد العالمین و امجد العالمین سیدنا محمد ن المحمود فی اقوالہ و افعالہ و احوالہ وعلی الہ و اصحابہ حملۃ علومہ و نقلۃ ادابہ و اھل بیتہ اجمعین۔

اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

[ان اللّٰہ مع الصبرین]

صدق اللّٰہ العظیم و صدق رسولہ النبی الروف الرحیم الامین۔

بلغ العلےٰ بکمالہ

کشف الدجیٰ بجمالہ

حسنت جمیع خصالہ

صلوا علیہ والہ

محترم قارئین!

ماہ رمضان کا ایک نام شھر الصبر یعنی صبر کا مہینہ بھی ہے جس طرح کہ حضرت سلمان فارسی سے روایت ہے:

''رسول اکرم نے فرمایا: ''وھو شھر الصبر والصبر ثوابہ الجنۃ۔''

''ماہ رمضان صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے۔''

(مشکوۃ المصابیح:)، (بیہقی فی شعب الایمان: 305/3)، (حاکم فی المستدرک:)

اس مہینہ کو صبر کہنے کی وجہ کیا ہے؟

اس کے بارے میں بیہقی شعب الایمان: 290/3 میں فرماتے ہیں:

[انما سمی الصیام صبرًا لان الصبر فی کلام العرب الحبس و الصائم یحبس نفسه عن اشیاء جعل اللّٰه قوام بلمنه بها]

''یعنی اس ماہ کو صبر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ کلام عرب میں صبر کا معنی ہے روکنا اور چونکہ روزہ دار بھی اپنے نفس کو ایسی چیزوں سے روکتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے اس کے بدن کی تقویت کا سبب بنایا ہے۔''

امام بیہقی کے اس قول کا آسان الفاظ میں خلاصہ یہ ہے:

چونکہ صبر کا لغوی معنی ہے روکنا اور روزہ دار ماہ رمضان میں کھانے پینے کی اشیاء پر قادر ہونے کے باوجود اپنے نفس کو ان اشیاء سے روکتا ہے اور صبر کا مظاہرہ کرتا ہے اسلئے اس ماہ کو صبر کا ماہ کہتے ہیں۔

اب صبر کا تقاضا یہ ہے کہ انسان کسی نعمت سے محرومی پر اپنی زبان کو شکوہ اور آہ و بکا سے آلودہ کئے بغیر خاموشی سے برداشت کرے، روزہ انسان کو تقوی کے اس مقام صبر سے بھی بلند تر مقام شکر پر فائز دیکھنے کا متمنی ہے، وہ اس کے اندر یہ جوہر پیدا کرنا چاہتا ہے کہ نعمت کے چھن جانے پر اور ہر قسم کی مصیبت، ابتلاء اور آزمائش کا سامنا کرتے وقت اس کی طبیعت میں ملال پریشانی پر شکن کے آثار پیدا نہ ہونے پائیں بلکہ وہ ہو تنگی و ترشی کا بہر حال خندہ پیشانی سے مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے اپنے پیروکار کا شکر ادا کرتا رہے۔

صبر کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے 90 مقامات پر صبر کا ذکر فرمایا ہے اور اکثر درجات اور بھلائیاں صبر کی طرف منسوب کی ہیں اور انہیں صبر کا نتیجہ قرار دیا ہے اور صابروں کے لئے ایسے ایسے انعامات رکھے ہیں جو کسی اور کے لئے نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ میں ارشاد فرمایا:

[اولئک علیهم صلوٰت من ربهم و رحمة و اولئک هم المهتدون]

''یہی وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے رحمتیں ہیں اور یہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں۔''

یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء کرام اور خصوصاً آقا کریم صبر کے اعلیٰ درجے پر فائز تھے، میرے آقا کریم کو کس کس طرح اذیتیں دی گئیں، کبھی آپ کی راہ میں کانٹے بچھا دیئے جاتے، کبھی آپ کے راستے میں کوڑا کرکٹ پھینک دیا جاتا، کبھی سجدہ کی حالت میں آپ کی پیٹھ مبارک پر اوجھڑی رکھ دی جاتی

کبھی آپ کو شاعر اور مجنوں کہا جاتا اور کبھی آپ کو پتھر مار کر لہولہان کر دیا جاتا لیکن ان تمام مصائب کے باوجود آپ اپنی زبان پر شکوہ الم نہ لاتے اور صبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے رب کی رضا پر راضی رہتے اور اپنی قوم کے لئے بد دعا نہ فرماتے بلکہ ہدایت کی ہی دعا فرماتے۔

یہ صبر اور شکر کا انتہائی اعلیٰ درجہ ہے جس پر صرف انبیاء کرام ہی فائز ہیں جیسا کہ مکاشفۃ القلوب صفحہ ۲۹ پر امام غزالی نے حضرت زکریا کے بارے نقل فرماتے ہیں:

"حضرت زکریا یہودیوں سے بھاگ نکلے اور وہ ان کے پیچھے لگ گئے۔ جب یہودی ان کے قریب پہنچے تو انہوں نے ایک درخت کو دیکھا اور اسے کہا کہ اے درخت! مجھے اپنے اندر داخل کر لے، درخت دو حصوں میں تڑپ گیا اور حضرت زکریا اس میں داخل ہو گئے اور وہ درخت دوبارہ مل گیا، ابلیس لعین نے یہودیوں کو آرا لا کر درخت کو دو حصوں میں کاٹنے کا اشارہ کیا تا کہ حضرت زکریا درخت کے اندر ہی شہید ہو جائیں، چنانچہ ان یہودیوں نے ابلیس کے کہنے کے مطابق ہی کیا اور یہ سب کچھ اس لئے ہوا تھا کہ حضرت زکریا نے درخت سے پناہ مانگی اور اللہ تعالیٰ سے پناہ نہ مانگی، پس آپ کو شہید کر دیا گیا۔

آقا کریم فرماتے ہیں:

"جب بندے پر کوئی مصیبت آئے اور وہ مجھ سے پناہ مانگے تو میں اس کے سوال کرنے سے پہلے اس کو پناہ دیتا ہوں اور اس کے بلانے سے پہلے جواب دیتا ہوں اور جب مصیبت کے وقت مجھے چھوڑ کر مخلوق سے پناہ مانگتا ہے تو میں اس پر آسمان کے دروازے بند کر دیتا ہوں۔

سیدنا امام غزالی فرماتے ہیں:

جب آرا زکریا علیہ السلام کے دماغ تک پہنچا تو وہ چیخ اٹھے تو ان سے کہا گیا کہ اے زکریا! اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ تو مصیبت پر صبر کیوں نہیں کرتا، تو "آہ" کرتا ہے، اب اگر تو نے دوسری مرتبہ "آہ" کہا تو تمہارا نام انبیاء کی فہرست سے نکال دوں گا۔

پس زکریا علیہ السلام نے اپنے ہونٹ دانتوں تلے دبا لئے اور صبر کیا، یہاں تک کہ یہودیوں نے آپ کے دو ٹکڑے کر دیئے۔

امام غزالی فرماتے ہیں کہ عقل مند کے لئے ضروری ہے کہ مصیبت پر صبر کرے اور شکوہ نہ کرے تا کہ دنیا و آخرت کے عذاب سے بچ جائے کیونکہ سب سے زیادہ مصائب و آلام انبیاء کرام و اولیاء عظام پر آتے ہیں۔

مکاشفۃ القلوب صفحہ ۳۰ پر سیدنا امام غزالی فرماتے ہیں:

''حضرت جنید بغدادی نے فرمایا: آزمائش وصبر عارفین کا چراغ ہے، مریدین کی بیداری مومنوں کی اصلاح اور غافلوں کی ہلاکت ہے،کوئی بھی انسان ایمان کی حلاوت نہیں پا سکتا یہاں تک کہ وہ آزمائش میں مبتلاء ہو اور راضی برضاءِ رب اور صابر و شاکر رہے جیسا کہ رسول اکرم نے ارشاد فرمایا:

[من مرض لیلۃ فصبر و رضی عن اللہ تعالیٰ خرج من ذنوبہ کیوم و لدتہ امہ]

''جو شخص کسی رات بیمار رہا پس اس نے صبر کیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے راضی رہا تو وہ گناہوں سے ایسے نکل گیا جیسے آج ہی اس کی ماں نے اسے جنا ہے۔''

معلوم ہوا کہ صبر وہ عظیم کنجی ہے جس کے ذریعے گناہوں کی مغفرت اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کیا جا سکتا ہے:

صبر کی اہمیت کے پیش نظر رب ارض وسموٰت نے قرآن مجید میں کثیر مقامات پر اس کا ذکر کیا اور صبر اختیار کرنے والوں کے لئے بے شمار اجر و ثواب کا ذکر فرمایا: چند آیات کریمہ ملاحظہ فرمائیں۔

(سورۃ البقرۃ:153) میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

[یا یھا الذین امنوا استعینوا بالصبر و الصلوۃ]

''اے ایمان والو! صبر اور نماز کے ذریعے مدد طلب کرو۔''

اسی طرح (سورۃ البقرہ:155) میں ارشاد فرمایا:

[ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصابرین]

''اور البتہ ہم ضرور تمہیں آزمائیں گے خوف اور بھوک اور مال، جان اور پھلوں کی کمی کے ساتھ اور خوشخبری ہو صبر کرنے والوں کیلئے۔''

اسی طرح (سورۃ الزمر:10) میں ارشاد فرمایا:

[انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب]

''بے شک صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بغیر حساب کے پورا پورا دیا جائے گا۔''

اسی طرح (سورۃ الشوریٰ:43) میں ارشاد فرمایا:

[ولمن صبر و غفر ان ذلک من عزم الامور]

”اور جس نے صبر کیا اور بخشش طلب کی تو بے شک یہ بڑے بڑے کاموں سے ہے۔“

مذکورہ تمام آیات میں صبر کی فضیلت واہمیت اور صبر اختیار کرنے کثیر اجر وثواب کا مژدہ سنایا گیا، اسی طرح آقا کریم نے بھی بے شمار احادیث مبارکہ میں صبر کی فضیلت واہمیت اور مصائب پر صبر کا دامن تھامنے کا حکم دیا:

آیئے چند احادیث مبارکہ کو ملاحظہ فرمائیں:

(صحیح بخاری: 2402)، (ریاض الصالحین: 39) میں حضرت انس بن مالک سے روایت ہے:

[قال سمعت رسول اللّٰہ یقول: ان اللّٰہ عزوجل قال: اذا ابتلیت عبدی بحبیبتیه فصبر عوضته منهما الجنة]

”حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب میں اپنے بندے کو اس کی دو محبوب چیزوں کے ساتھ مصیبت میں مبتلا کرتا ہوں تو وہ اس پر صبر کرتا ہے تو میں ان کے بدلے اسے جنت عطا فرماتا ہوں۔“

(صحیح مسلم: 2999)، (ریاض الصالحین: 35) میں حضرت ابو یحییٰ صہیب بن سنان سے روایت ہے:

[قال رسول اللّٰہ: عجباً لامر المومن ان امره کله له خیر و لیس ذلک لاحد الا للمومن ان اصابته سراء شکر فکان خیرا له وان اصابته ضراء صبر فکان خیرا له]

”رسول اکرم فرماتے ہیں کہ تعجب ہے مومن کے معاملے پر کہ اس کا سارا معاملہ ہی بہتر ہے اور یہ ہر ایک کیلئے نہیں بلکہ مومن کیلئے کہ اگر اسے خوشی پہنچے اور یہ شکر کرے تو یہ اس کیلئے بہتر اور اگر اسے تکلیف پہنچے اور یہ صبر کرے تو یہ بھی اس کیلئے بہتر۔“

(احیاء العلوم: 73/4) میں حضرت علی سے روایت ہے:

[بنی الایمان علی اربع دعائم: الیقین والصبر والجهاد والعدل: وقال ایضاً الصبر من الایمان]

”ایمان کی بنیاد چار ستونوں پر رکھی گئی ہے، یقین، صبر، جہاد اور عدل اور فرمایا کہ صبر ایمان کا حصہ ہے۔“

(ریاض الصالحین: 306)، (سنن ترمذی: 1221)، (سنن ابی داؤد: 46/2) میں حضرت ابو موسیٰ سے روایت ہے:

[اذا مات ولد العبد قال اللّٰہ لملائکتہ: اقبضتم ثمرۃ قلبہ؟ فیقولون، نعم! فیقول اللّٰہ : ماذاقال عبدی؟ فیقولون: حمدک و شکرک و استرجعک فقال : انا للّٰہ وانا الیہ راجعون، فیقول اللّٰہ تعالیٰ! ابنوا لعبدی بیتاً فی الجنۃ و سموۃ بیت الحمد]

”جس کسی شخص کا بچہ فوت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے کہ کیا تم نے اس کے دل کے پھل کو قبض کر لیا تو وہ کہتے ہیں کہ ہاں! پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے کیا کہا؟ تو وہ کہتے ہیں کہ وہ تیری حمد اور تیرا شکر بیان کر رہا تھا اور تیری ہی طرف رجوع کر رہا تھا، پس وہ کہتا تھا کہ بے شک ہم اللہ کیلئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں، پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے کیلئے جنت میں گھر بنا دو اور اس کا نام بیت الحمد رکھ دو۔“

(مکاشفۃ القلوب:485) میں حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول اکرم سے ایمان کے متعلق سوال کیا گیا تو حضور نے فرمایا: صبر اور سخاوت کا نام ایمان ہے اور فرمایا کہ صبر جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔

سیدنا امام غزالی مکاشفۃ القلوب صفحہ :۲۹ میں فرماتے ہیں کہ جو آدمی اللہ کے عذاب سے نجات چاہتا ہے، ثواب و رحمت الٰہی کا طالب ہے اور جنت میں جانا چاہتا ہے تو اپنے آپ کو دنیاوی خواہشات سے روک لے اور دنیاوی مشکلات و مصائب پر صبر کرے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

[واللّٰہ یحب الصابرین] (ال عمران:29) ”اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔“

صبر کی اقسام

صبر کی کئی اقسام ہیں: (۱): اللہ کی اطاعت پر صبر کرنا۔ (): حرام چیزوں سے پرہیز کرنے میں صبر کرنا۔ (۳): مصیبت پر صبر کرنا۔ (۴): صدمہ اولیٰ پر صبر کرنا۔

جس نے اللہ کی اطاعت پر صبر کیا، اللہ رب العزت قیامت کے دن جنت میں اسے تین سو درجات عطا فرمائے گا، ہر درجہ زمین و آسمان کے درمیانی فاصلہ کے برابر ہوگا اور جس نے حرام سے بچنے میں صبر کیا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے چھ سو درجات عطا فرمائے گا، ہر درجہ ساتویں زمین سے ساتویں آسمان کے درمیانی فاصلہ کے برابر ہوگا اور جس نے مصیبت پر صبر کیا تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں سات سو درجات عطا فرمائے گا، ہر درجہ عرش اور تحت الثریٰ کے درمیانی فاصلہ کے برابر ہوگا۔

اسی طرح احیاء العلوم میں 85/4 میں حضرت ابن عباس فرماتے ہیں:

[الصبر فی القران علی ثلاثة اوجه : صبر علی اداء فرائض اللّٰہ فله ثلاثمائة درجة وصبر عن محارم اللّٰہ تعالیٰ فله ستمائة درجة وصبر علی المصیبة عند الصدمة الاولیٰ فله تسمائة درجة]

"قرآن مجید میں مذکور صبر تین قسم کا ہے، اللہ تعالیٰ کے فرائض کی ادائیگی پر صبر تو اس کے تین سو درجے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں سے صبر تو اس کیلئے چھ سو درجے ہیں اور صدمہ اولیٰ کے وقت مصیبت پر صبر تو اس کیلئے

اسی طرح امام غزالی اہل صبر کے مقامات کے بارے احیاء العلوم (81/4) میں فرماتے ہیں:

[قال بعض العارفین : اهل الصبر علی ثلاثة مقامات : اولها :ترک الشهوة و هذه درجة التائبین و ثانیها الرضا بالمقدور و هذه درجة الزاهدین و ثالثها المحبة لما یصنع به مولاه و هذه درجة الصدیقین]

"بعض عارفین فرماتے ہیں کہ صبر والوں کے تین مقامات ہیں: ان میں سے پہلا شہوت کو چھوڑنا ہے اور یہ درجہ توبہ کرنے والوں کا ہے اور ان میں سے دوسرا جو کچھ ملا اس پر راضی رہنے کا اور یہ درجہ زاہدین کا ہے اور ان میں سے تیسرا رب کی بنائی ہوئی ہر چیز سے محبت کرنا تو یہ درجہ صدیقین کا ہے۔"

محترم قارئین!

آپ نے سماعت فرمایا کہ صبر کس قدر اہمیت کا حامل وصف ہے اور اس وصف کو اجاگر کرنے اور اپنے اندر اس خوبی کو پیدا کرنے کا بہترین ماحول ماہ رمضان ہے کیونکہ یہ بھی ماہ صبر ہے، ایک مومن حالت روزہ میں اپنے نفس کو کھانے پینے سے روک کر صبر کرتا ہے اور اپنے نفس کو خواہشات سے بچا کر صبر کرتا ہے، اسلئے اس ماہ مبارک میں انسان جس قدر کوشش کرے گا اور اس وصف کو اپنے تمام معاملات میں اپنانے کی کوشش کرے گا تو ضرور وہ صبر کی صفت سے متصف ہوجائے گا اور جب ہر انسان ہر مصیبت، پریشانی، ظلم وستم اور بدترین حالات میں صبر کا خوگر بن جائے گا تو اللہ رب العزت کے انعام واکرام کا مستحق ہوجائے گا اور رب تعالیٰ کے مقرب بندوں میں وہ شامل ہوجائے گا۔

صبر کی فضیلت واہمیت پر دو واقعات

(تنبیہ الغافلین: 310/1) میں ایک روایت میں مذکور ہے:

پرانے زمانے میں ایک مومن اور ایک کافر مچھلیوں کے شکار پر گئے، دونوں نے اپنے اپنے خدا کا نام لے کر جال پھینکا، جب نکالا تو کافر کا جال مچھلیوں سے بھرا ہوا تھا اور مسلمان کے ہاتھ کوئی مچھلی نہ تھی، شام تک کافر نے اپنا تھیلا بھر لیا مگر مسلمان کے ہاتھ صرف ایک مچھلی آئی اور وہ بھی ہاتھ سے پھسل کر پانی میں چلی گئی، غرضیکہ مسلمان خالی ہاتھ واپس ہوا جبکہ کافر کے پاس تھیلا بھرا ہوا تھا۔

اس واقعہ سے مومن کے ساتھ متعین فرشتے کو بھی افسوس ہوا لیکن جب وہ آسمان پر گیا اور اللہ تعالی نے جنت میں مومن کا مقام دکھایا تو فرشتے نے کہا کہ قسم بخدا! اس مقام کے مل جانے پر دنیا کی تمام مصیبتیں گوارا ہو سکتی ہیں، پھر اسے کافر کا ٹھکانہ جہنم دکھایا گیا تو اس نے کہا قسم بخدا! اس ٹھکانے ساتھ دنیاوی نعمتوں کے ملنے کا کوئی فائدہ نہیں۔

(تنبیہ الغافلین: 314/1) میں ہے:

حضرت مسلم بن یسار فرماتے ہیں کہ میں بحرین میں ایک ایسی خاتون کے ہاں مہمان بنا جس کے پاس بیٹے اور غلام و دولت وافر تھا مگر میں نے اسے غمزدہ دیکھا، جاتے وقت میں نے کہا کہ کوئی کام وغیرہ ہو تو بتاؤ، کہنے لگی، ہاں! اگر دوبارہ ہمارے شہر میں آؤ تو میرے ہاں ضرور قیام کرنا، کئی برس بعد جب میں دوبارہ وہاں گیا تو اس کے دروازے پر کوئی دربان نہ تھا، میں نے اندر جانے کی اجازت لی، اندر گیا تو وہ خوشی سے ہنس رہی تھی، میں نے اسے کہا کہ یہ خوشی اور یہ ہنسی کیسی ہے؟ اس نے کہا کہ تمہارے جانے کے بعد ہم نے جو مال بھی سمندری راستے سے بھیجا، وہ غرق ہو گیا، اسی طرح خشکی کے راستے بھیجا ہوا مال بھی تباہ ہو گیا، غلام چلے گئے، بچے فوت ہو گئے، میں نے کہا کہ اللہ تجھ پر رحم فرمائے اس دن تو میں نے تجھے غمزدہ دیکھا تھا اور آج تو مسرور ہے، کہنے لگی کہ ہاں جب میرے پاس دنیا کی فراوانی تھی تو میں ڈرتی تھی کہ کہیں میری نیکیوں کا بدلہ اللہ تعالی نے مجھے دنیا ہی میں دے دیا ہو، جب میرا مال، میری اولاد، میرے غلام سب چلے گئے تو مجھے امید ہو گئی کہ اللہ تعالی کے ہاں میرے لئے خیر جمع ہے، اسلئے میں بہت خوش ہوں۔

محترم قارئین! معلوم ہوا کہ اللہ تعالی انسان کو کبھی اموال کی کمی، اموال کی ہلاکت، اولاد کی فوتگی، بھوک افلاس، رزق کی کمی، بیماریوں اور پریشانیوں کی کثرت کے ساتھ بندے کی آزمائش فرماتا ہے اور جو بندہ ان آزمائشوں اور مصائب کے آنے پر صبر کا مظاہرہ کرتا ہے، زبان پر شکوہ والم نہیں لاتا اور رب کی رضا پر راضی رہتا ہے تو اسے آخرت کی ابدی سعادتیں اور نعمتیں حاصل ہوتی ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

انیس رمضان

عشرہ ثالث: جہنم سے آزادی

حمدا لک یا ذاالجلال والاکرام وصلوۃ وسلاما علیک یا سید الانام وعلی الک واصحابک الکرام اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ، بسم اللہ الرحمن الرحیم ﴿ لها سبعة ابواب ، لكل باب منهم جزء مقسوم ﴾

محترم قارئین!

نبی اکرم شفیع دوعالم عام دنوں میں بھی عبادت کا بڑا اہتمام فرمایا کرتے مگر ماہ رمضان میں شان ہی نرالی ہوتی تھی، آپ ماہ شعبان سے ہی کمر باندھ لیتے اور رمضان کی آمد کے ساتھ ہی نیکیوں میں یوں مشغول ہوجاتے جیسے تندوتیز ہوا چلتی ہے، پھر ماہ رمضان کا آخری عشرہ تو بالخصوص آپ کے انہاک ووارفتگی کی ایسی دلکش تصویر پیش کرتا کہ سبحان اللہ!

حضرت عائشہ صدیقہ کی زبانی حضرت امام مسلم نقل فرماتے ہیں:

رسول اللہ رمضان کے آخری عشرے میں عبادت الہی میں جس قدر محنت ومشقت فرمایا کرتے تھے، اس کی مثال کسی اور مہینے اور دنوں میں نہیں ملتی۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ ماہ رمضان کا آخری عشرہ ہوتا جس کے بارے آپ نے خود ارشاد فرمایا کہ یہ جہنم سے آزادی کا عشرہ ہے، اسلئے اس میں کثرت سے عبادت کرو تا کہ تمہارے لئے جہنم سے آزادی لکھ دی جائے کیونکہ جہنم انتہائی خوفناک مقام ہے اور بہت زیادہ گرم جگہ ہے۔

جہنم کیا ہے؟

اللہ تعالی نے کافروں اور منافقوں اور بے عمل مسلمانوں کیلئے یہ خوفناک مقام تیار کیا ہے جس کا نام جہنم ہے، اردو میں اسے دوزخ کہتے ہیں، یہ ساتویں زمین کے نیچے ہے، اس کی گرمی وشدت

کا اندازہ اس حدیث مبارک سے لگایا جا سکتا ہے:

﴿ عن ابی ھریرۃ ان رسول اللّٰہ قال: نارکم جزء من سبعین جزءا من نار جھنم ﴾ [صحیح بخاری و مشکوۃ: ۵۰۲]

حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ بے شک تمہاری یہ آگ جہنم کی آگ کے حصوں میں ستر واں ۷۰ حصہ ہے۔''

جہنم کی خوفناک شکل

حضرت ابن مسعود سے روایت ہے:

﴿ یوتی بجھنم یومئذ لھا سبعون الف زمام مع کل زمام سبعون الف ملک یجرونھا ﴾ [صحیح مسلم، مشکوۃ: ۵۰۲]

''جہنم کو اس دن ستر ہزار لگاموں کے ساتھ لایا جائے گا اور ہر لگام کو ستر ہزار فرشتے کھینچ رہے ہوں گے۔''

جہنم کے طبقات

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لھا سبعۃ ابواب، لکل باب منھم جزء مقسوم ﴾ [الحجر: ۴۴]

''جہنم کے سات دروازے ہیں، ان میں سے ہر دروازے کیلئے ایک حصہ مخصوص ہے۔''

حاشیۃ الصاوی میں ہے کہ جہنم کے سات طبقات ہیں جن کے نام یہ ہیں:

جہنم، لظی، حطمہ، سعیر، سقر، جحیم، ہاویہ

پہلے درجے میں امت مسلمہ کے گناہ گار موحدین ہوں گے، دوسرے درجے میں یہود، تیسرے درجے میں نصاری، چوتھے میں ستارہ پرست، پانچویں میں مجوسی، چھٹے میں مشرکین اور ساتویں میں منافقین۔

مذکورہ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کے پیروکاروں کو سات گروہوں میں تقسیم فرمایا ہے اور ہر گروہ کو جہنم کے ایک درجہ میں داخل فرمائے گا، اس کا سبب یہ ہے کہ کفر اور گناہوں کے مراتب مختلف ہیں، ایک قول یہ ہے کہ انسانی سات اعضاء کے مطابق سات درجات بنائے گئے، سات اعضاء یہ ہیں: آنکھ، کان، زبان، پیٹ، شرمگاہ، ہاتھ اور پاؤں کیونکہ یہی اعضاء گناہوں کے منبع و مرکز ہیں۔

جہنم کی کیفیت

امام طبرانی نے معجم الاوسط میں روایت کی ہے کہ حضرت جبرائیل امین آقا کریم کی خدمت میں ایسے وقت میں حاضر ہوئے جس وقت وہ کبھی نہیں آیا کرتے ،سرکار مدینہ حضرت جبرائیل کی طرف اٹھے اور فرمایا کہ اے جبرائیل ! کیا بات ہے؟ میں آپ کا رنگ بدلا ہوا دیکھ رہا ہوں ،حضرت جبرائیل نے عرض کی کہ میں اس وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں جبکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جہنم کو بھڑکانے کا حکم فرمایا ہے، حضور نے فرمایا کہ اے جبرائیل ! مجھے جہنم کی کیفیت بیان کرو، حضرت جبرائیل نے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ نے جہنم کو حکم فرمایا اور اس پر ایک ہزار سال تک آگ جلائی حتیٰ کہ وہ سفید ہوگئی ، پھر ایک ہزار سال تک آگ جلائی حتیٰ کہ وہ سرخ ہوگئی ،پھر حکم ہوا تو ایک ہزار سال تک آگ جلائی گئی یہاں تک کہ وہ سیاہ ہوگئی ،اب وہ سیاہ تاریک ہے، نہ اس میں چنگاری روشن ہوتی ہے اور نہ انگارہ بجھتا ہے۔

اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا کہ اگر سوئی کے ناکے کے برابر جہنم کو کھول دیا جائے تو زمین کی ساری مخلوق فنا ہو جائے۔

جہنم کیا ہے؟

جہنم کا مقام ذلت، بدبختی ،عذاب اور بے عزتی کا گھر ہے، یہ ایسا مقام ہے جہاں پر ہانپنے، پھنکارنے ، آہیں بھرنے اور آنسو بہانے کے علاوہ کوئی کام نہ ہوگا ، یہ ایسا ٹھکانہ ہے جہاں پر رہنے والے بدنصیب ، بدبخت ، نادم اور سسکیاں بھرنے والے ہوں گے، بیڑیاں ان کے ہاتھوں اور گردن کو جکڑے ہوئے ہوں گے، آگ ان کے اوپر نیچے سے جلا رہی ہوگی، پانی اس قدر گرم ہوگا کہ پیٹ کے اندر چربی انتڑیوں اور چمڑی تک کو پگھلا دے گا ، ان کی خوراک زقوم کا درخت ہوگا ، وہ پیٹ میں اس طرح کھولے گا جیسے پانی کھولتا ہے، جہنم والے اپنی موت کی دعا کریں گے مگر یہ قبول نہ ہوگی، جہنم سے نکلنے کی درخواست کریں گے مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملے گا کہ اسی میں سڑتے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔

مشرکین کی آپس میں لعنت

مشرک جنوں اور انسانوں کو گروہ در گروہ جہنم میں پھینکا جائے گا ، ایک جماعت دوسری جماعت کا لعنت کے ساتھ استقبال کرے گی ، جب سب کے سب دوزخ والے اکٹھے ہو جائیں گے تو آخر میں آنے والا گروہ پہلے گروہ کے خلاف اللہ تعالیٰ کی عدالت میں شکایت کرے گا کہ اے اللہ ! ان

لوگوں نے ہمیں سیدھے راستے سے بہکایا، پہلا گروہ جواب دے گا کہ ہم بھی گمراہ ہوئے اور تم بھی گمراہ ہوئے حالانکہ ہمارے اور تمہارے پاس اللہ کے رسول آئے تھے اور انہوں نے دلائل کے ساتھ حق ہمارے سامنے بیان کر دیا تھا۔

ان تمام باتوں کی تفصیل [سورۃ الاعراف: ۳۸،۳۹] میں بیان کی گئی ہے:

﴿ قال ادخلوا فی امم قد خلت من قبلکم من الجن والانس فی النار کلما دخلت امة لعنت اختها حتی اذا ادارکوا فیها جمیعا قالت اخراهم لاولهم ربنا هولاء اضلونا فاتهم عذابا ضعفا من النار قال لکل ضعف ولکن لا تعلمون ﴾

''اللہ تعالیٰ ان سے فرماتا ہے کہ تم سے پہلے جو اور جماعتیں جن اور انسانوں کی آگ میں گئیں، انہیں میں داخل ہو جاؤ، جب ایک گروہ داخل ہوتا ہے، دوسرے پر لعنت کرتا ہے یہاں تک کہ جب سب اس میں جا پڑے تو پچھلے پہلوں کو کہیں گے کہ اے ہمارے رب! انہوں نے ہمیں بہکایا تھا تو انہیں آگ کا دونا عذاب دے، اللہ فرمائے گا سب کو دونا ہے مگر تمہیں خبر نہیں۔''

شیطان کی اپنے مریدوں سے بیزار

جب اللہ تعالیٰ بندوں کا فیصلہ کر کے فارغ ہو جائے گا اور کافر جہنم میں پہنچ جائیں گے تو شیطان بلند آواز کے ساتھ اعلان کرے گا کہ وہ اللہ کا ہمسر اور شریک نہیں ہے جیسا کہ کافروں نے دنیاوی زندگی میں اسے معبود بنا رکھا تھا، اس کی ہر بات کے سامنے سر جھکا دیتے تھے حتی کہ ان کافروں نے اللہ کی بات نہ مانی اور اس کے رسول کی بات بھی نہ مانی، قرآن حکیم نے ان الفاظ میں اس حقیقت کو بیان کیا ہے:

﴿ قال الشیطان لما قضی الامر ان اللہ وعدکم وعد الحق ووعدتکم فاخلفتکم وما کان لی علیکم من سلطان الا ان دعوتکم فاستجبتم لی فلا تلومونی ولوموا انفسکم ما انا بمصرخکم وما انتم بمصرخی انی کفرت بما اشرکتمونی من قبل ان الظالمین لهم عذاب الیم ﴾ [ابراہیم: ۲۲]

''شیطان کہے گا جب اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائے گا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے تم سے سچا وعدہ کیا اور میں نے تم سے جو وعدہ کیا اس کے خلاف کیا اور میرے لئے تمہارے خلاف کوئی دلیل نہیں سوائے

اس کے کہ میں نے تمہیں دعوت دی اور تم نے میری دعوت کو قبول کرلیا، پس تم مجھے ملامت نہ کرو اور اپنے آپ کو ملامت کرو، نہ میں تمہاری فریاد کو پہنچ سکوں اور نہ تم میری فریاد کو پہنچ سکو، میں تو انکار کرتا ہوں اس کا جو تم پہلے مجھے شریک ٹھہراتے تھے، بے شک ظالمین کیلئے دردناک عذاب ہے۔"

اہل دوزخ کی حسرت

﴿ویوم یعض الظالم علی یدیه یقول یلیتنی اتخذت مع الرسول سبیلا، یٰویلتٰی لیتنی لم اتخذ فلانا خلیلا لقد اضلنی عن الذکر بعد اذجاء نی و کان الشیطان للانسان خذولا﴾ [الفرقان:۲۷،۲۹]

"اور جس دن ظالم اپنے ہاتھ کاٹے گا اور کہے گا کہ اے کاش! میں نے کسی طرح رسول کے ساتھ راہ لی ہوتی، وائے خرابی میری، ہائے کسی طرح میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا، بے شک اس نے مجھے بہکا دیا میرے پاس آئی ہوئی نصیحت سے اور شیطان انسان کو بے مدد چھوڑ دیتا ہے۔"

دوزخ کی گہرائی

﴿عن ابی هریرة قال کنا مع رسول الله اذسمع وجبة فقال النبی : تدرون ما هذا؟ قال ،قلنا ، الله ورسوله اعلم، قال: هذا حجر رمی به فی النار مذ سبعین خریفا فهو یهوی فی النار الآن حتی انتهی الی قعرها﴾ [صحیح مسلم: کتاب صفۃ الجنۃ والنار، باب شدۃ نار جہنم]

"حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اکرم کے ساتھ تھے کہ جب کسی چیز کے گرنے کی آواز سنائی دی تو رسول اکرم نے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ یہ کیا ہے؟ تو ہم نے عرض کی کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے، فرمایا کہ یہ ایک پتھر ہے جو ستر سال پہلے جہنم میں پھینکا گیا، پس وہ اب جہنم میں گرا ہے یہاں تک کہ اس کی تہہ تک پہنچا ہے۔"

دوزخ کا سب سے کم عذاب

﴿عن النعمان بن بشیر : قال قال رسول الله : ان اهون اهل النار عذابا من له نعلان وشر کان من نار یغلی منهما دماغه کما یغلی المرجل ما یری ان احدا اشد منه عذابا و انه لاهونهم عذابا﴾ [صحیح مسلم: کتاب الایمان، باب اہون اہل النار عذابا]

"حضرت نعمان بن بشیر روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم نے فرمایا کہ بے شک جہنمیوں کا

سب سے ہلکا عذاب یہ ہے کہ اس کیلئے دو آگ کے جوتے ہوں گے جن سے اس کا دماغ کھولے گا جیسے ہنڈیا جوش مارتی ہے، وہ یہ سمجھے گا کہ شاید جہنم کا سب سے سخت عذاب اسے ہو رہا ہے حالانکہ اسے سب سے ہلکا عذاب دیا جائے گا۔"

جنت کی نعمت اور دوزخ کا عذاب

جب اللہ تعالیٰ نے جنت و دوزخ کو پیدا فرمایا تو جبرائیل امین کو جنت کی طرف بھیجا اور فرمایا کہ جنت اور جنتیوں کیلئے تیار کردہ نعمتوں کو پیدا فرمایا تو جبرائیل امین نے دیکھنے کے بعد واپس آکر عرض کی کہ تیری عزت کی قسم! جو بھی اس جنت کے متعلق سنے گا وہ ضرور اس میں داخل ہوگا، پھر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اور جنت کو مشکلات سے ڈھانپ دیا اور فرمایا کہ اے جبرائیل! دوبارہ جا کر دیکھ، جب جبرائیل امین دوبارہ گئے تو جنت مشکلات سے چھپی ہوئی تھی، اللہ کی بارگاہ میں عرض کی کہ تیری عزت کی قسم! مجھے ڈر ہے کہ اس میں کوئی داخل نہ ہو سکے گا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دوزخ کی طرف جاؤ، دوزخ اور دوزخیوں کیلئے تیار کردہ عذاب کو دیکھو، جبرائیل امین نے دوزخ کو دیکھا کہ اس کی آگ ایک دوسرے کے اوپر چڑھی ہوئی ہے، واپس آکر عرض کی کہ تیری عزت کی قسم! جو بھی دوزخ کے متعلق سنے گا، وہ اس میں داخل نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اور دوزخ کو شہوات سے ڈھانپ دیا اور فرمایا کہ اے جبرائیل! اب جاؤ، جبرائیل نے واپس آکر عرض کیا کہ تیری عزت کی قسم! مجھے ڈر ہے کہ کوئی بھی اس میں داخل ہونے سے نہیں بچے گا۔ [ابوداؤد، ترمذی، نسائی]، [مکاشفۃ القلوب: ۳۷۰]

حضرت عبداللہ بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم نے فرمایا کہ جہنم میں اونٹوں کی مانند سانپ اور خچروں کی مثل بچھو ہیں جن کا ڈسا ہوا انسان چالیس خریف (۸۰ ہزار سال) تک تڑپتا رہے گا
[المستدرک للحاکم: ۵۹۳/۴]

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص فرماتے ہیں کہ جہنمی داروغہ کو بلاتے رہیں گے، چالیس سال بعد وہ انہیں صرف اتنا ہی جواب دیں گے کہ تم نے ہمیشہ یہیں رہنا ہے، پھر وہ اپنے پروردگار کو پکاریں گے کہ اے رب! ایک دفعہ ہمیں یہاں سے نکال لے، پھر اگر ہم نے ایسے اعمال کئے تو یقیناً گمراہ ہوں گے، دنیا کی دوگنا عمر جتنا عرصہ انہیں جواب نہیں ملے گا، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ دفع ہو جاؤ، مجھ سے دوبارہ بات نہ کرو، اللہ کی قسم! اس کے بعد کوئی قوم بھی ایک لفظ تک منہ سے نہ نکالیں گے

،اس کے بعد بس صرف جہنم میں چیخ وپکار ہی سنائی دی جائے گی ،ان کی آواز گدھوں کی مثل ہو جائے گی

[صحیح بخاری:۶۰۷۷،صحیح مسلم:۳۱۳،سنن ترمذی:۲۵۳۹]

محترم قارئین!

ان تمام روایات واحادیث سے ظاہر ہوا کہ جہنم کس قدر بھیانک اوراذیت رسا مقام ہے،یہ نازک انسان دنیا کی آگ کی تپش برداشت نہیں کرسکتا پھر جہنم کا عذاب کیسے برداشت کرے گا،اسلئے عقل مندی کا تقاضا یہی ہے کہ آج اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری اس سے آسان ہے۔

ماہ رمضان کا آخری عشرہ ہمیں باربار پیغام عبرت دے رہا ہے کہ اے بندے! اپنے آپ کو جہنم جیسی ڈراؤنی جگہ سے بچالو،اللہ اوراس کے رسول کے طریقے کو اپنالو۔

اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ ہمیں جہنم سے نجات عطافرمائے،امین بجاہ النبی الامین!
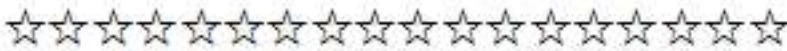
بیس رمضان

فضیلت اعتکاف

سبحان اللّٰہ العلی العظیم والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم الذی بالمومنین رءوف رحیم وعلی الہ الذین قیل فی حقھم ھم لکل مومن تقی کریم اما بعد! فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم۔

﴿و عھدنا الی ابراھیم واسماعیل ان طھرا بیتی للطائفین والعاکفین والرکع السجود﴾ (البقرہ:125)

حمد وصلوٰۃ کے بعد محترم قارئین!

ماہِ رمضان کی برکتوں کے کیا کہنے! یوں تو اس کی ہر گھڑی رحمت بھری اور ہر ہر ساعت بے پایاں برکتوں کی حامل ہے مگر اس ماہِ محترم میں شب قدر سب سے زیادہ اہمیت کی حامل ہے، اسے پانے کے لئے ہمارے پیارے آقا مدینے والے مصطفےٰ نے ماہِ رمضان پاک کا پورا مہینہ بھی اعتکاف فرمایا ہے اور آخری دس دن کا بہت زیادہ اہتمام فرمایا یہاں تک کہ ایک بار کسی خاص عذر کے تحت آپ رمضان المبارک میں اعتکاف نہ کر سکے تو شوال المکرم کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرمایا۔

(صحیح بخاری: 2301:671/1)

اسی طرح (جامع ترمذی: 803,212/2) میں ہے:

ایک مرتبہ سفر کی وجہ سے رسول اکرم کا اعتکاف رہ گیا تو اگلے رمضان شریف میں بیس دن کا اعتکاف فرمایا:

محترم قارئین!

پچھلی امتوں میں بھی اعتکاف کی عبادت موجود تھی چنانچہ پہلا پارہ سورہ بقرہ کی آیت 125 میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وعهدنا الیٰ ابراهيم واسماعيل ان طهرا بيتي للطائفين والعاكفين والركع السجود﴾
"اور ہم نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل سے یہ وعدہ لیا کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں اور رکوع وسجود کرنے والوں کیلئے پاک کرو۔"
اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ نماز واعتکاف کے لئے کعبہ معظمہ کی پاکیزگی اور صفائی کا خود ربّ کعبہ کی طرف سے فرمان جاری کیا گیا۔

دس دن کا اعتکاف

اس کے بعد اللہ کے پیارے حبیب احمد مجتبیٰ کا یہ معمول ہوگیا کہ ہر رمضان کے عشرہ آخرہ کا اعتکاف فرمایا کرتے اور اسی سنت کریمہ کو زندہ رکھتے ہوئے امہات المومنات بھی اعتکاف فرماتی رہیں، چنانچہ ام المومنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ روایت فرماتی ہیں۔
﴿عن عائشة ان النبي كان يعتكف العشر الاواخر من رمضان حتى توفاه الله ثم اعتكف ازواجه من بعده﴾ (بخاری: 2026,664/1)، (مشکوٰۃ: 183)
"حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ بے شک رسول اکرم رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف کیا کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو موت دے دی، پھر آپ کی ازواج آپ کے بعد اعتکاف کرتی تھیں۔"

محترم قارئین!

یوں تو اعتکاف کے بے شمار فضائل ہیں مگر عشاق کے لئے تو اتنی ہی بات کافی ہے کہ آخری عشرہ کا اعتکاف سنت مبارکہ ہے یہ تصور ہی ذوق افزا ہے کہ ہم پیارے آقا کی سنت ادا کررہے ہیں۔
ہوسکے تو ہر برس ورنہ زندگی میں کم ازکم ایک بار تو ماہ رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف کر ہی لینا چاہیے اور یوں بھی مسجد میں پڑے رہنا بہت بڑی سعادت ہے اور معتکف کی تو کیا بات ہے کہ یہ رضائے الٰہی پانے کے لئے اپنے آپ کو تمام مشاغل سے فارغ کرکے مسجد میں ڈیرے ڈال دیتا ہے۔
(فتاویٰ عالمگیری: 212/1) میں ہے کہ اعتکاف کی خوبیاں بالکل ظاہر ہیں کیونکہ اس میں بندہ اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے مکمل طور پر اپنے آپ کو اللہ کی عبادت میں مصروف کردیتا ہے اور

ان تمام مشاغل دنیا سے کنارہ کش ہو جاتا ہے جو اللہ کے قرب کی راہ میں حائل ہوتے ہیں۔

ایک دن کے اعتکاف کی فضیلت

جو شخص رمضان کے علاوہ بھی صرف ایک دن اخلاص کے ساتھ مسجد کے اندر اخلاص کے ساتھ اعتکاف کرلے تو اس کے لئے زبردست ثواب کی بشارت ہے۔

چنانچہ اعتکاف کی ترغیب دیتے ہوئے سرکار مدینہ نے ارشاد فرمایا: (الدر المنثور 486/1)

"جو شخص اللہ کی خوشنودی کے لئے ایک دن کا اعتکاف کرے گا، اللہ عزوجل اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں حائل کردے گا جن کی مسافت مشرق و مغرب کے فاصلے سے بھی زیادہ ہوگی۔

ام المومنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ رسول اکرم نے فرمایا:

﴿من اعتکف ایمانا و احتسابا غفرله ما تقدم من ذنبه﴾ (جامع الصغیر)

"جس شخص نے ایمان اور ثواب کے حصول کیلئے اعتکاف کیا تو اس کے گذشتہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔"

اعتکاف کا مقصد شب قدر کی تلاش

محترم قارئین!

ماہ رمضان میں اعتکاف کرنے کا سب سے بڑا مقصد شب قدر کی تلاش ہے اور شب قدر کے بارے غالب گمان یہی ہے کہ یہ آخری دس دنوں میں ہوتی ہے اس لئے اس کو پانے کے لئے آقا کریم اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔

[عن ابی سعید الخدری ان رسول اللہ اعتکف العشر الاول من رمضان ثم اعتکف العشر الاوسط فقال انی اعتکف العشر الاول، التمس ھذہ اللیلة ثم اعتکف العشر الاوسط ثم اتیت فقیل لی انھا العشر الاواخر فمن اعتکف معی فلیعتکف العشر الاواخر] (مشکوٰۃ:182)، (مسلم:1167)

"حضرت ابو سعید روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے رمضان کے پہلے عشرے کا اعتکاف کیا، پھر دوسرے عشرے کا، پھر فرمایا کہ میں نے لیلۃ القدر کو تلاش کرنے کیلئے پہلے عشرے کا اعتکاف کیا، پھر دوسرے عشرے کا اعتکاف کیا، پھر میرے پاس فرشتہ آیا اور مجھے بتایا گیا کہ یہ آخری عشرے

میں ہے، پس جس نے میرے ساتھ اعتکاف کرنا ہے، وہ آخری عشرے کا کرے۔''

ماہ رمضان کے اعتکاف کا ثواب

امیر المومنین حضرت مولائے کائنات علی المرتضیٰ شیر خدا روایت کرتے ہیں:

﴿قال رسول اللّٰہ ! من اعتکف في رمضان کان کحجتین و عمرتین﴾

''رسول اللہ نے فرمایا کہ جس نے رمضان میں اعتکاف کیا تو وہ ایسے ہے جیسے اس نے دو حج اور دو عمرے کیے۔(شعب الایمان: 2966:425/3)

محترم قارئین!

اعتکاف کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ جتنے دن مومن بھائی اعتکاف میں رہے گا، گناہوں سے بچا رہے گا اور اللہ کی خاص رحمت یہ ہوگی کہ باہر رہ کر جو نیکیاں رہ کیا کرتا تھا، اعتکاف کی حالت میں اگر چہ وہ انجام نہیں دے سکتا مگر پھر بھی اس کے نامہ اعمال میں بدستور وہ نیکیاں لکھیں جاتی رہیں گی اور اسے ان کا ثواب ملتا رہے گا جیسا کہ حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس سے روایت ہے:

﴿قال رسول اللّٰہ !هو یعتکف الذنوب یجری له من الحسنات کعامل الحسنات کلها﴾ (ابن ماجہ: 1781)

یعنی اگر کوئی مسلمان مریضوں کی عیادت کرتا ہے اور اعتکاف کی وجہ سے یہ نہ کر سکا تو وہ اس کے ثواب سے محروم نہ ہوگا بلکہ اس کو اسی طرح ثواب ملتا رہے گا جیسے وہ خود اس کو انجام دے رہا ہے۔

لغوی اور شرعی اعتکاف کیا ہے؟

اعتکاف کا لغوی معنی ہے دھرنا مارنا یعنی معتکف اللہ رب العزت کی بارگاہ عظمت میں اس کی عبادت پر کمربستہ ہو کر دھرنا مار کر پڑا رہتا ہے۔

شرعی اعتکاف یہ ہے کہ مردوں کا مسجد میں اللہ کی رضا کے لئے بہ نیت اعتکاف ٹھہرنا، اس کے لئے مسلمان کا عاقل اور جنابت و حیض و نفاس سے پاک ہونا ضروری ہے۔

اعتکاف کی اقسام

(۱): اعتکاف واجب (۲): اعتکاف سنت (۳): اعتکاف نفل

اعتکاف واجب:

زبان سے منت مانی کہ میں اللہ کے لئے اتنے دن اعتکاف کروں گا، اس میں روزہ بھی شرط ہے۔

اعتکاف سنت:

ماہ رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف سنت موکدہ علی الکفایہ ہے۔

اس اعتکاف میں ضروری ہے کہ ماہ رمضان کی بیس تاریخ کو غروب آفتاب سے پہلے مسجد کے اندر بنیت اعتکاف موجود ہو اور انتیس کے چاند کے بعد یا تیس کے غروب آفتاب کے بعد مسجد سے باہر نکلے۔

اعتکاف نفل: مذکورہ دونوں قسم کے علاوہ نفل، اسلئے نہ روزہ شرط نہ وقت کی قید۔

معتکف فنائے مسجد میں جا سکتا ہے

مسئلہ: فنائے مسجد میں جانے سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا، معتکف بغیر کسی ضرورت کے بھی فنائے مسجد میں جا سکتا ہے، فنائے مسجد سے مراد وہ جگہیں ہیں جو احاطہ مسجد (عرف عام میں جس کو مسجد کہا جاتا ہے) میں واقع ہوں اور مسجد کی مصالح یعنی ضروریات مسجد کیلئے استعمال ہوں مثلاً منارہ، وضو خانہ، استنجاء خانہ، غسل خانہ، مسجد سے متصل مدرسہ، مسجد سے متصل امام و موذن وغیرہ کے حجرے اور جوتے اتارنے کی جگہ وغیرہ۔ [فتاوی امجدیہ:۱/۳۹۶]؛[فتاوی رضویہ:۷/۴۵۳]

البتہ معتکف کیلئے حاجت شرعی و طبعی کے بغیر مسجد سے باہر نکلنا جائز نہیں، حاجت شرعی جیسے: نماز جمعہ و اذان وغیرہ، حاجت طبعی جیسے: پیشاب پاخانہ وغیرہ۔

معتکف کیلئے چند احتیاطیں

ام المومنین حضرت عائشہ فرماتی ہیں:

﴿ قالت السنة على المعتكف ان لا يعود المريض ولا يشهد جنازة ولا يمس امرأة ولا يباشرها ولا يخرج لحاجة الا لما لا بد منه ولا اعتكاف الا بصوم ﴾

[مشکوۃ المصابیح:۱۸۳]؛[ابوداؤد، رقم الحدیث:۲۴۷۳]

"معتکف کیلئے سنت یہ ہے کہ وہ مریض کی عیادت کیلئے نہ جائے، جنازہ میں حاضر نہ ہو، عورت کو نہ چھوئے اور نہ اس سے اپنی حاجت پوری کرے اور حاجت شرعی یا طبعی کے بغیر مسجد سے باہر نہ نکلے اور روزے کے بغیر کوئی اعتکاف نہیں ہے۔"

اکیس رمضان

حضرت علی المرتضی اور راہ اعتدال

الحمد للّٰہ الذی لا مانع لحکمہ ولا ناقض لقضاءہ وقدرہ والصلوۃ والسلام علی سید انبیائہ وسند اولیائہ وعلی الہ واصحابہ اجمعین اما بعد

﴿انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا﴾

﴿لما نزلت ھذہ الایۃ فدعا فاطمۃ وحسناً وحسینًا فجللھم بکساء وعلی خلف ظھرہ فجللہ بکساء﴾ [ترمذی وحکم]

﴿ثم قال، اللّٰھم ھولاء اھل بیتی فاذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرًا﴾

محترم قارئین!

اہل بیت کے گھرانے کے ایک فرد امیر المومنین سیدنا علی المرتضی کرم اللہ وجہہ بھی ہیں، چونکہ رمضان المبارک کی ۲۱ تاریخ کو امیر المومنین حضرت شیر خدا علی المرتضی ؓ کا یوم شہادت ہے، اس لئے آج آپ کے حالات زندگی آپ کے فضائل ومناقب ذکر کیے جائیں گے۔

آپ کا اسم گرامی علی اور حیدر ہے ...... آپ کا لقب کرار...... آپ کی کنیت ابوالحسن اور ابو تراب ہے۔

حضرت ابو طالب نے آپ کا نام علی رکھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اسد اللہ (شیر خدا) کا خطاب عطا فرمایا۔

آپ حضور کے چچا زاد بھائی ہیں، اسی لئے حضور ﷺ کی اولاد آپ ہی سے چلی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو غسل ولادت دیا اور حضرت علی المرتضی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل وفات دیا۔

آپ کا ظاہری حلیہ یوں تھا کہ پیشانی چوڑی، میانہ قد، شانے چوڑے اور گوشت سے پر، تمام جسم اور سر پر بال زیادہ، پیٹ بڑا، داڑھی لمبی چوڑی رنگ سفیدی مائل گندمی اور کولہے بھاری تھے۔

آپ کی شہادت ۲۱ رمضان المبارک ۴۰ ہجری کو ہوئی، آپ نے تقریباً پونے پانچ سال خلافت کی، ۶۳ سال عمر پائی، آپ بچوں میں سب سے پہلے اسلام لائے، آپ نے کبھی بھی بت پرستی نہیں کی تھی، آپ خلیفہ رابع تھے۔

آپ عشرہ مبشرہ صحابہ میں سے تھے، آپ مدینہ منورہ میں اخوت و بھائی چارہ کے وقت حضور کے بھائی تھے، آپ سیدۃ النساء شہزادی رسول حضرت فاطمۃ الزھرا کے شوہر نامدار تھے، آپ جنتی جوانوں کے سردار سیدنا حسن و حسین کے والد گرامی تھے، آپ علم کے شہر کے دروازے تھے، آپ تینوں خلفاء کے ادوار میں ان کے خاص مشیر اور چیف جسٹس کے عہدے پر فائز رہے۔

آپ حضور کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے سوائے غزوہ تبوک کے کہ اس میں حضور نے آپ کو مدینے کا خلیفہ مقرر کیا تھا۔

آپ رضی اللہ عنہ کے بے شمار فضائل و مناقب ہیں، بہت سے ایسے خصوصی فضائل ہیں جو صرف آپ کے حصے میں آئے، سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے بہت محبت فرمایا کرتے تھے اور آپ کو نہایت عزیز رکھتے تھے۔

آپ کے فضائل و مناقب پر مشتمل چند احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے چار آدمیوں سے محبت رکھنے کا حکم دیا ہے اور مجھے یہ خبر دی گئی کہ اللہ تعالیٰ بھی ان سے محبت رکھتا ہے، صحابہ کرام نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ہمیں ان کے نام بتائیں، حضور نے فرمایا کہ ان میں سے ایک حضرت علی ہیں۔ [سنن ترمذی و حاکم]

﴿عن سهل بن سعد ان رسول الله قال يوم خيبر، لاعطين الراية غدا رجلا يفتح الله علي يديه يحب الله و رسوله ويحبه الله و رسوله فبات الناس يذكرون اى يخوضون ايهم يعطاها فلما اصبح الناس غدوا على رسول الله كلهم يرجوان يعطاها فقال اين على بن ابى طالب ؟ فقيل يشتكي عينيه قال فارسلوا اليه فأتي به فبصق رسول الله في عينيه ودعا له فبرئ حتى كان كانْ لم يكن به وجع فاعطاه الراية﴾

حضرت سہل بن سعد روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے خیبر کے دن فرمایا کہ میں یہ جھنڈا کل ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرماوے گا، وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت

کرتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول اس سے محبت کرتے ہیں، پس لوگوں نے ساری رات یہی باتیں کرتے ہوئے گزاری کہ وہ جھنڈا کس کو عطا کیا جائے گیا، پھر جب صبح ہوئی تو لوگ رسول پاک کے پاس آئے تو سب کو یہی امید تھی کہ یہ جھنڈا اسے ہی عطا کیا جائے گا، پس حضور نے فرمایا کہ حضرت علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ تو بتایا گیا کہ ان کی آنکھیں خراب ہیں تو حضور فرمایا کہ اسے بلاؤ، پس انہیں لایا گیا تو رسول اکرم نے اپنا لعاب دہن ان کی آنکھوں پر لگایا اور دعا کی تو وہ بالکل درست ہو گئے یہاں تک ان کو کوئی درد نہ رہی، پس حضور نے وہ جھنڈا انہیں عطا فرما دیا۔" [صحیح بخاری و مسلم و طبرانی]

﴿عن ابن عمر آخی النبی بین اصحابه فجاء علیٌ تدمع عیناه ، فقال یارسول اللّٰه ! آخیت بین اصحابک ولم تؤاخ بینی و بین احدٍ فقال صلی اللّٰه علیه وسلم انت اخی فی الدنیا والاخرة﴾ [ترمذی][الصواعق المحرقہ:۱۲۲]

"حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول پاک نے صحابہ کرام کے درمیان رشتہ اخوت قائم فرمایا، پس حضرت علی روتے ہوئے آئے اور عرض کی، یارسول اللہ! آپ نے صحابہ کرام کے درمیان رشتہ اخوت قائم فرمایا مگر میرا کوئی بھائی نہیں بنایا تو حضور نے فرمایا کہ تو دنیا اور آخرت میں میرا بھائی ہے۔"

﴿عن علی قال بعثنی رسول اللّٰه الی الیمن فقلت یا رسول اللّٰه ! بعثتنی وانا اقضی بینهم ولا ادری ما القضاء ، فضرب صدری بیده ثم قال اللّٰهم اهد وثبت لسانه فوالذی فلق الحبة ما شککت فی قضاءٍ بین الشیئین﴾

"حضرت علی فرماتے ہیں کہ رسول پاک نے مجھے یمن کی طرف بھیجا تو میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! آپ مجھے بھیج رہے ہیں تاکہ میں لوگوں کے درمیان فیصلہ کروں حالانکہ میں تو فیصلہ کرنا جانتا ہی نہیں، پس آپ نے میرے سینے پر اپنا دست اقدس مارا اور دعا کی کہ اے اللہ! ان کو ہدایت دے اور ان کی زبان کو ثابت رکھ، پس قسم ہے اس ذات کی جس نے دانے کو پھاڑا! مجھے کبھی بھی دو چیزوں کے درمیان فیصلے کرنے میں کوئی شک نہیں ہوا۔" [المستدرک]۔[الصواعق المحرقہ:۱۲۲]

﴿عن ابن مسعود ان النبی قال نظر الی علیٍ عبادة﴾

"حضرت ابن مسعود روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک نے فرمایا کہ حضرت علی کو دیکھنا بھی عبادت ہے۔" [طبرانی و حاکم][الصواعق المحرقہ:۱۲۳]

﴿عن ام سلمة عن رسول اللّٰه قال: من احب علیاً فقد احبّنی ومن احبّنی

فقد احبَّ اللّٰہ ومن ابغض علیًا فقد ابغضنی ومن ابغضنی فقد ابغض اللّٰہ﴾

''حضرت ام سلمہ روایت کرتی ہیں کہ رسول پاک نے فرمایا کہ جس نے حضرت علی سے محبت کی، اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی، پس اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی اور جس نے حضرت علی سے بغض رکھا، پس اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا، اس نے اللہ تعالیٰ سے بغض رکھا۔'' [طبرانی بسند حسن] [الصواعق المحرقہ: ۱۲۳]

﴿عن علی قال دعانی رسول اللّٰہ فقال ان فیک مثلاً من عیسی ابغضتہ الیھود حتی بھتوا امہ و احبتہ النصاری حتی نزلوہ بالمنزل الذی لیس بہ الاوانہ یھلک فیّ اثنان محب مفرط یقرظنی بما لیس فیّ ومبغض یحملہ شنانی علی ان یبھتنی﴾ [ابو یعلیٰ وحاکم ومشکوۃ]۔[الصواعق المحرقہ: ۱۲۳]

''حضرت علی فرماتے ہیں کہ رسول پاک نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ بے شک تمہاری مثال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح ہے، یہودیوں نے ان سے بغض رکھا یہاں تک کہ ان پر بہتان لگایا اور عیسائیوں نے ان سے محبت کی یہاں تک کہ انہوں نے نبی کو وہ مرتبہ دے دیا جس کے وہ اہل نہیں تھے، اسی طرح اے علی! تیرے بارے بھی دو گروہ ہلاک ہوں گے، پہلا وہ جو تجھ سے بہت زیادہ محبت کرنے والا، تجھے وہ مقام دے گا جو تجھ میں نہیں پایا جاتا اور دوسرا جو تجھ سے دشمنی رکھنے والا ہے، تیری دشمنی اسے ابھارتی ہے کہ وہ تجھ سے دشمنی رکھے۔''

کنیت ابوتراب کی وجہ

بخاری شریف میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ حضرت علی کو اپنی کنیت ابوتراب بہت پسند تھی اور جب کوئی آپ کو اس نام سے پکارتا تھا تو آپ بہت خوش ہوتے تھے اور آپ کی اس کنیت کا سبب یہ تھا کہ آپ سیدہ فاطمۃ الزہرا سے کسی بات پر ناراض ہو کر مسجد میں لیٹ گئے اور آپ کے بدن پاک پر مٹی لگ گئی، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو بلانے خود مسجد میں تشریف لائے، آپ کے بدن مبارک سے مٹی جھاڑتے ہوئے حضور نے فرمایا: اے ابو تراب! اٹھو، چنانچہ اسی دن سے آپ کی یہ کنیت مشہور ہوگئی۔

﴿عن ابن مسعود ان النبی قال ان اللّٰہ تبارک وتعالی امرنی ان ازوج

فاطمة من علي﴾ [طبرانی].[الصواعق المحرقہ:۱۴۴]

''حضرت ابن مسعود روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ میں حضرت فاطمہ کی شادی حضرت علی سے کردوں۔''

آپ کی کرامت

﴿اللّٰهم انه كان في طاعتك وطاعة رسولك فاردد عليه الشمس فطلعت بعد ما غربت﴾ [طحاوی وقاضی]

''اے اللہ! یہ علی تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا، پس تو ان پر سورج کو واپس لوٹا دے، پس سورج غروب ہونے کے بعد طلوع ہوگیا۔''

آپ کے حکمت بھرے اقوال

﴿لا خير في عبادة لا علم فيها ولا خير في علمٍ لا فهم معه ولا خير في قراء ة لا تدبر فيها﴾

''ایسی عبادت میں کوئی بھلائی نہیں جس میں علم نہ ہو اور ایسے علم میں کوئی بھلائی نہیں جس میں کوئی سمجھ نہ ہو اور ایسی قرآت میں کوئی بھلائی نہیں جس میں کوئی غور وفکر نہ ہو۔''

فضائل علی

﴿عن زيد بن ارقم عن النبي قال من كنت مولاه فعلي مولاه﴾

''حضرت زید بن ارقم فرماتے ہیں کہ رسول پاک نے فرمایا کہ جس کا میں مولی ہوں، پس علی بھی اس کا مولی ہے۔'' [المستدرک، طبرانی، ترمذی]

﴿عن ابن عباس قال نظر النبي الى علي فقال يا علي انت سيد في الدنيا سيد في الاخرة، حبيبك حبيبي وحبيبي حبيب الله وعدوك عدوي وعدوي عدو الله ، والويل لمن ابغضك بعدي﴾

[حاکم فی المستدرک:۴۶۶۰][دیلمی فی مسند الفردوس:۸۳۲۵]

''حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضور نے حضرت علی کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ اے علی! تو دنیا میں سردار، آخرت میں سردار ہے، تیرا دوست میرا دوست ہے اور میرا دوست اللہ کا دوست ہے

اور تیرا دشمن میرا دشمن ہے اور میرا دشمن اللہ کا دشمن ہے اور ہلاکت ہے اس شخص کیلئے جس نے میرے بعد تجھ سے بغض رکھا۔"

﴿عن عمار بن یاسر قال سمعت رسول اللّٰہ یقول لعلی، طوبی لمن احبک وصدق فیک وویل لمن ابغضک وکذب فیک﴾ [حاکم، ابویعلی، طبرانی]

"حضرت عمار بن یاسر فرماتے ہیں کہ میں نے رسول پاک کو فرماتے ہوئے سنا کہ اے علی! خوشخبری ہے اس کیلئے جو تجھ سے محبت کرے اور جو تیری تصدیق کرے اور ہلاکت ہے اس کیلئے جو تجھے ناراض کرے اور تجھے جھٹلائے۔"

حضرت علی کی علمیت

﴿عن علی قال قال رسول اللّٰہ انا دارالحکمة وعلیٌّ بابھا﴾ [ترمذی واحمد]

"حضرت علی فرماتے ہیں کہ رسول پاک نے فرمایا کہ میں حکمت کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔"

﴿عن جابر بن عبد اللّٰہ قال سمعت رسول اللّٰہ یقول : انامدینة العلم وعلیٌّ بابھا فمن اراد العلم فلیات الباب﴾ [حاکم وطبرانی]

"حضرت جابر بن عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک نے فرمایا کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے، پس جو علم حاصل کرنا چاہے تو وہ دروازے کے پاس آئے۔"

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بائیس رمضان

روزہ اور کلید جنت

الحمد للّٰہ کما ینبغی لجلال وجھہ و عظیم سلطانہ لہ الحمد فی الاولیٰ والاخرۃ ولہ الحمد فی السموات والارض وعشیا و حین تظھرون اما بعد!

﴿فاذکرونی اذکرکم﴾ (البقرہ:152)

صدق اللّٰہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم

الحمد للّٰہ منشی الخلق من عدم

ثم الصلوۃ علی المختار فی القدم

خودی کا سر نہاں لا الہ الا اللہ

خودی ہے تیغ فساں لا الہ الا اللہ

یہ دور اپنے ابراہیم کی تلاش میں ہے

صنم کدہ ہے جہاں لا الہ الا اللہ

اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں

مجھے ہے حکم اذاں لا الہ الا اللہ

یہ نغمہ فصل گل و لالہ کی نہیں پابند

بہار ہو کہ خزاں لا الہ الا اللہ

تیرا نام سن کے مچل گئے ، تیرا نام لے کے سنبھل گئے

میرے لمحے کیف میں ڈھل گئے ، تیرے ذکر نے وہ مزہ دیا

تیرے میکدے میں قرار ہے ، جہاں بن پئے ہی خمار ہے

نہ اتر سکے نہ اتر سکا ، تیرے نام نے جو نشہ دیا

حمد و صلوٰۃ کے بعد محترم قارئین!

اللہ تعالیٰ نے انسان کے بیشمار نعمتوں سے نوازا ہے، زمین و آسمان شجر و حجر، پھل و میوہ جات، دن و رات، باران رحمت وغیرہ قدم قدم پر رب کی نوازشات بندے کی ہر جنبش و حرکت اس کے کرم کا ظہور ہے۔

تیرے کرم سے کونسی شئے ملی نہیں
جھولی ہی میری تنگ ہے تیرے یہاں کمی نہیں

حضرت امام غزالی فرماتے ہیں:

انسان اپنے وجود پر ہی غور کرے تو اس کے وجود مسعود میں سینکڑوں انعامات خداوندی نظر آتے ہیں، انسان غور کرنے کے لئے صرف ایک عضو زبان ہی کو لے لے، زبان اللہ کی کس قدر عظیم نعمت ہے، زبان سے بندے کے احساسات و جذبات کا اظہار ہوتا ہے، زبان سے انسان کے عالم و جاہل ہونے کا پتہ چلتا ہے، زبان سے خوشی اور غمی کا اظہار ہوتا ہے، زبان کے اقرار و انکار سے مومن و کافر ہونے کا معلوم ہوتا ہے۔

اسلئے مومن کو یہ حکم دیا کہ (قولوا قولا سديدا) اپنی زبان کو درست رکھو کہ مومن کی زبان کو پاک ہونا چاہئے کیونکہ مومن کا خدا پاک، رسول پاک، دین پاک، کتاب پاک، مومن کے دل میں یاد خدا، زبان پر تعریف مصطفیٰ اور آنکھوں میں جلوہ کبریا ہونے چاہئے۔

دل یاد لئی بنایا اے تعریف لئی زبان
اکھیاں بنایاں سوہنے دے دیدار واسطے

مومن کی زبان پر اچھے کلمات ہی جاری ہونے چاہئے اور سب سے بہترین کلمات لا الہ الا اللہ ہیں، یہ وہ کلمات ہیں جن کے پڑھے بغیر کوئی بندہ مسلمان نہیں ہوتا۔

اگر کوئی کافر اپنے اوپر سارے سمندر کا پانی بہالے، اعلیٰ ترین صابن استعمال کرلے، عمدہ قسم کی خوشبو لگالے مگر وہ پاک نہیں ہے کیونکہ اس نے پاکیزہ کلمات لا الہ الا اللہ نہیں پڑھے، لہٰذا ان ہی کلمات کی بدولت جنت کے دروازے کھلے ہیں اور جہنم کے دروازے بند ہوتے ہیں کہ

(سنن احمد، مشکوۃ المصابیح 15:) پر حضرت معاذ بن جبل روایت کرتے ہیں:

[قال رسول اللّٰہ : مفاتيح الجنة شهادة لا اله الا اللّٰه]

جب یہ چابی ہے تو ظاہر ہے کہ دروازہ کھولنے کے لئے چابی میں دندانے ہونے چاہئیں۔ اس کے دندانے وہ زبان ہے جو ذکرالٰہی میں مصروف ہو، گناہوں اور غیبت سے پاک ہو اور وہ دل ہے جو ڈرنے والا ہو اور حسد و خیانت سے پاک ہو اور وہ پیٹ جو حرام اور مشتبہ چیزوں سے پاک ہو۔

یہ وہ عظیم کلمہ ہے جس سے بندہ اللہ کو یاد کرتا ہے اور جو بندہ اللہ کو یاد کرتا ہے، اللہ بھی اسے یاد کرتا ہے، چنانچہ سورۃ البقرہ:152 میں ارشاد ہوتا ہے [فاذکرونی اذکرکم]

محترم قارئین!

اس سے بڑھ کر بندے کی کیا عزت افزائی ہوسکتی ہے کہ اس کا خالق و مالک اس کو اپنی یاد سے سرفراز فرمائے۔

اس کے علاوہ بھی کثیر مقامات پر رب ذوالجلال نے اپنا ذکر کرنے کا ہمیں حکم دیا۔

پارہ نمبر ۲۸ سورۃ الجمعہ آیت ۱۰ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

[واذکروا اللّٰہ کثیرا لعلکم تفلحون]

''اور اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ یاد کرو تا کہ تم فلاح پا جاؤ''

پارہ نمبر ۲۲ سورۃ الاحزاب:۳۵ میں ارشاد ہوا:

[والذاکرین اللّٰہ کثیرا و الذاکرات اعد اللّٰہ لھم مغفرۃ و اجرا عظیما]

''اور اللہ کو بہت زیادہ یاد کرنے والے اور یاد کرنے والیوں کیلئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کیا ہے۔''

پارہ ۱۳ سورۃ الرعد: ۲۸ میں ارشاد ہوا:

[الا بذکر اللّٰہ تطمئن القلوب] ''سنو کہ اللہ کے ذکر میں دلوں کا چین ہے۔''

محترم قارئین!

آج پوری دنیا میں ایک عالمگیر بے چینی پائی جارہی ہے، کوئی ملک کوئی شہر اور کوئی گاؤں بلکہ کوئی گھر ایسا نہیں جہاں بدامنی، بے قراری اور بے چینی نہ پائی جاتی ہو، آج ہر شخص پریشان ہے اور اس پریشانی کے عالم میں سکون کی تلاش میں ہے۔

آہ! نادان انسان کبھی شراب خانوں، سینما گھروں کی گیلریوں، تھیٹروں، نائٹ کلبوں اور جنسی و رومانوی اُمور میں سکون کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔

مگر سکون کہاں ملے؟ یہ سب چیزیں باعث سکون نہیں ہیں تو پھر قرآن کی زبان سے پوچھا

کہ سکون کہاں ہے؟ تو ارشاد ہوا:

[الا بذکر اللہ تطمئن القلوب]

کویا بے چینی اور بے اطمینانی کا سبب ذکر الٰہی سے غفلت ہے کیونکہ اللہ کا ذکر تو دلوں کی غذا ہے اور دل کو جب اپنی غذا نہ ملے تو وہ بے چین ہو جاتا ہے، اسلئے ذکر الٰہی ہی سکون کا سبب ہے۔

قرآنی آیات کے علاوہ احادیث مبارکہ میں بھی ذکر الٰہی کی فضیلت واہمیت اور برکات کا ذکر کیا گیا ہے۔

[قال ابو الدرداء قال رسول اللّٰہ: الاانبئکم بخیر اعمالکم و ازکاھا عند ملیککم و ارفعھا فی درجاتکم و خیر لکم من انفاق الذھب والورق و خیر لکم من ان تلقوا عدو کم فتضربو ا اعناقھم و یضربوا اعناقکم؟ ذکر اللّٰہ]

(تنبیہ الغافلین:184) ، (ترمذی) ، (ابن ماجہ) ، (مشکوٰۃ:198)

"حضرت ابوالدرداء روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک نے فرمایا کہ کیا میں سب سے بہتر اعمال کی خبر نہ دوں؟ اور تمہارے مالک کے نزدیک سب سے ستھرے عمل اور درجات میں سب سے بلند عمل کی اور جو تمہارے لئے سونا چاندی خرچ کرنے سے بہتر ہو اور تمہارے لئے جہاد کرنے سے بہتر ہو تو وہ اللہ کا ذکر ہے۔"

[عن الحسن البصری قال قیل یارسول اللّٰہ ای العمل افضل؟ قال ان تموت ولسانک رطب بذکر اللّٰہ] (تنبیہ الغافلین:184) ، (احمد، ترمذی، مشکوٰۃ:198)

"حضرت حسن بصری سے روایت ہے کہ عرض کیا گیا یارسول اللہ! کونسا عمل افضل ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ تو اس حال میں مرجا کہ تیری زبان ذکر الٰہی سے تر رہے۔"

[عن ابی ھریرۃ وابی سعید قالا قال رسول اللّٰہ! لا یقعد قوم یذکرون اللّٰہ الا حفتھم الملائکۃ وغشیھم الرحمۃ ونزلت علیھم السکینۃ و ذکر ھم اللّٰہ فی من عندہ] (مسلم) ، (مشکوٰۃ:196)

"حضرت ابوہریرہ وابوسعید روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک نے فرمایا کہ جو بھی کوئی ذکر الٰہی کیلئے بیٹھتی ہے تو فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور سکون ان پر نازل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے پاس موجود مخلوق کے پاس ان کا ذکر کرتا ہے۔"

[عن ابی ھریرة قال قال رسول اللّٰہ یقول اللّٰہ تعالیٰ: انا عند ظن عبدی بی وانا معہ اذا ذکرنی فان ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی وان ذکرنی فی ملاء ذکرتہ فی ملاء خیر منھم] (بخاری)، (مسلم)، (مشکوٰۃ:196)

"حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے نزدیک اس کے گمان کے مطابق ہوتا ہوں اور میں اس کے پاس ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے، پس اگر وہ مجھے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجھے لوگوں میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اس سے بہتر مخلوق میں یاد کرتا ہوں۔"

[عن ابی ذر قال قال رسول اللّٰہ یقول اللّٰہ: من تقرب منی شبرا تقربت منہ ذراعاومن تقرب منی ذراعا تقربت منہ باعا ومن اتانی یمشی اتیتہ ھرولة]

(مسلم)، (مشکوٰۃ:196)

"حضرت ابوذر روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو میرے ایک بالشت قریب ہوا میں ایک گز اس کے قریب ہوں گا اور جو میرے ایک گز قریب ہوا میں اس کے ایک باع قریب ہوں گا اور جو میرے پاس چلتے ہوا آیا میں اس کے پاس دوڑتا ہوا جاؤں گا۔"

[عن انس :قال قال رسول اللّٰہ : اذا مررتم بریاض الجنة فارتعوا قالوا و ماریاض الجنة قال حلق الذکر] (ترمذی)، (مشکوٰۃ:198)

"حضرت انس فرماتے ہیں کہ رسول پاک نے فرمایا کہ جب تم جنت کے باغوں میں سے گزرو تو کچھ چکھ لیا کرو، صحابہ کرام نے عرض کی کہ یہ جنت کے باغات کیا ہے؟ تو حضور نے فرمایا اللہ کے ذکر کی مجلسیں۔"

[عن ابی ھریرة: قال قال رسول اللّٰہ! ان للّٰہ ملائکة یطوفون فی الطرق یلتمسون اھل الذکر فاذا وجدو ا قوما یذکرون اللّٰہ تنادوا ھلموا الی حاجتکم قال فیحفونھم باجنحتھم الی سماء الدنیا قال: فیسالھم ربھم وھواعلم مایقول عبادی قال یقولون :یسبحونک و یکبرونک و یحمدونک و یمجدونک قال فیقول ھل راونی قال فیقولون لاواللّٰہ اماراوک ،قال فیقول کیف لوراونی؟قال فیقولون کانوا اشد لک عبادة واشد لک تمجیدا واکثرلک تسبیحا

''حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں جو مختلف راستوں میں گھومتے ہیں تا کہ وہ ذکر والوں کی مجلس کو تلاش کریں، پس جب وہ ذکر الٰہی کی مجلس کو پالیتے ہیں تو وہ پکارتے ہیں کہ آجاؤ، تمہارا کام ادھر ہی ہے، راوی کہتے ہیں کہ پھر وہ فرشتے آسمان دنیا تک ان کو گھیر لیتے ہیں، پس ان کا رب ان سے پوچھتا ہے حالانکہ وہ جانتا ہے، کہ میرا بندہ کیا کہتا تھا؟ تو وہ کہیں گے کہ وہ لوگ تیری تسبیح، تکبیر، تحمید اور تمجید بیان کر رہے تھے، اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے، فرشتے کہیں گے کہ نہیں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اگر وہ مجھے دیکھ لیتے تو پھر؟ فرشتے کہیں گے کہ پھر تو وہ اور زیادہ تیری عبادت کرتے اور تیری بزرگی بیان کرتے اور تیری پاکی بیان کرتے۔'' (صحیح بخاری، صحیح مسلم)(مشکوٰۃ: 197)

ان تمام روایات سے ذکر الٰہی کی فضیلت و اہمیت واضح ہوئی اگر چہ اللہ کا ذکر ہر قسم کے الفاظ سے جائز ہے جو اس کے شایانِ شان ہے مثلاً سبحان اللہ، الحمد اللہ، اللہ اکبر وغیرہ مگر تمام اذکار کے الفاظ میں سب سے افضل ذکر لا الہ الا اللہ ہے۔

کیونکہ یہ وہ عظیم کلمہ ہے جس کی بدولت بندہ مومن ہوتا ہے، اسی کلمہ کے اقرار کی وجہ سے ہمیں دین اسلام ملا، ماہ رمضان ملا، اس کی برکات لوٹنے کا موقع نصیب ہوا، اللہ اور اس کے رسول کی رضا ملی، اس کلمہ کی بدولت جنت ملے گی، اسی کلمہ کی بدولت جہنم سے چھٹکارا ملے گا، اسی کلمہ کو جنت کی کنجی کہا جاتا ہے لہٰذا اس کلمہ کا ذکر کرنے کو بے حد حساب فضیلت حاصل ہے۔

حضرت عمر بن عاص فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن ایک ایسا شخص لایا جائے گا جس کے ۹۹ دفاتر گناہوں کے ہوں گے. ہر دفتر حدنگاہ تک بڑھا ہوگا، پھر اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ تو ان میں سے کسی چیز کا انکار کرتا ہے؟ وہ عرض کرے گا کہ نہیں، پھر رب تعالیٰ فرمائے گا کہ تیرے پاس کوئی عذر ہے؟ وہ جواب دے گا کہ میرے پاس کوئی عذر نہیں، پھر رب تعالیٰ فرمائے گا کہ تیری ایک نیکی ہمارے پاس ہے، آج تجھ پر ظلم نہیں کیا جائے گا، اس وقت ایک پرچہ کاغذ کا نکالا جائے گا جس میں ''اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ'' لکھا ہوگا (جو اس نے خلوص دل کے ساتھ پڑھا تھا) اس پرچہ کو میزان میں رکھ دیا جائے گا، وہ بندہ عرض کرے گا کہ اے اللہ! ۹۹ گناہوں کے دفتروں کے مقابلے میں ایک پرچہ کیا حیثیت رکھتا ہے؟ رب فرمائے گا یہ بڑا عالیشان ہے، پھر اس پرچے کو ایک پلڑے میں اور ۹۹ گناہوں کے دفتروں کے دوسرے پلڑے میں رکھ کر تولا جائے گا تو یہ پرچی والا پلڑا بھاری ہو جائے گا کیونکہ اللہ کے نام کے برابر کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ (سنن ترمذی) (ابن ماجہ، حاکم فی المستدرک)، (منبیہ الغافلین عربی: 192)

تئیس رمضان

مذمت ظلم

الحمد اللّٰہ فضل بنی آدم بالعلم والصلوٰۃ والسلام علی سیدالانبیاء والانام اما بعد! ﴿و سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون﴾ (الشعراء:227)

صدق اللّٰہ العظیم و صدق رسولہ النبی الکریم

محترم قارئین!

خالق کائنات جل جلالہ نے نظام زندگی کے درست رکھنے کے لئے ہمیں حکم دیا کہ ہر مومن دوسرے مومن کے حقوق کا خیال رکھے۔ ہر مسلمان کی عزت، مال، اولاد، جان کی حفاظت کرے اور کسی قسم کی زیادتی نہ کرے۔ جیسا کہ (صحیح مسلم، مشکوٰۃ:422) میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے:

﴿کل المسلم علی المسلم حرام دمہ ومالہ و عرضہ﴾

''ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون، مال اور عزت حرام ہے۔''

جبکہ اسی طرح (بخاری ومسلم) کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابن عمر سے روایت ہے۔

﴿المسلم اخو المسلم لا یظلمہ ولا یسلمہ﴾

''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، وہ اس پر ظلم نہیں کرتا اور نہ ہی اسے رسوا کرتا ہے۔''

تو معلوم ہوا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے پاکیزہ احکامات میں سے ہے کہ بندے کے حقوق کا خیال رکھے اور کسی کو ناجائز تنگ نہ کرے، کسی کا مال نہ دبائے، کسی کی عزت نہ لوٹے، یہ ہر مسلمان کا حق ہے اور جو یہ افعال کرتا ہے وہ ظالم ہے، بندوں پر ظلم کر رہا ہے، جس کی رب کی بارگاہ سے سخت سزا دی جائے گی قرآن وسنت میں ظالم کے بارے میں شدید وعیدات بیان کی گئی ہیں۔

﴿وکذلک اخذ ربک اذا اخذ القری وھی ظالمۃ ان اخذہ الیم شدید﴾ (ہود:102)

''اور اسی طرح تمہارے رب کی پکڑ ہے جب وہ ظالم بستیوں کو پکڑتا ہے، بے شک اس کی پکڑ بہت سخت ہے۔''

﴿ما للظلمين من حميم و لا شفيع يطاع﴾ (سورۃ غافر: 18)

''ظالم لوگوں کا کوئی مددگار نہیں اور نہ ہی کوئی سفارشی جس کی بات مانی جائے۔''

اس کے علاوہ کثیر احادیث مبارکہ میں رسول اکرم نے ظلم کی مذمت بیان فرمائی۔

آیئے چند احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔

﴿عن جابر : ان رسول اللّٰہ قال اتقوا الظلم فان الظلم ظلمات یوم القیمة﴾

''حضرت جابر روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک نے فرمایا کہ ظلم سے بچو کیونکہ ظلم قیامت کے اندھیروں میں سے ہے۔'' (صحیح مسلم) ، (ریاض الصالحین: 75)

﴿عن ابی هریرہ :ان رسول اللّٰہ قال :لتؤدن الحقوق الی اهلها یوم القیمة حتی یقاد للشاة الجلحاء من الشاة القرناء﴾ (صحیح مسلم) ، (ریاض الصالحین: 75)

''حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ بے شک رسول پاک نے فرمایا کہ لوگوں کو حقوق ضرور قیامت کے دن ادا کیے جائیں گے یہاں تک کہ بغیر سینگوں والی بکری کو بدلہ دلایا جائے گا سینگوں والی بکری سے۔''

﴿عن عائشة :من ظلم قید شبر من الارض طوقه من سبع ارضین﴾

''حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جس نے زمین کی ایک بالشت برابر ظلم کیا تو سات زمینوں کے برابر طوق ڈالا جائے گا۔'' (صحیح بخاری و مسلم) ، (ریاض الصالحین: 76)

﴿اتق دعوة المظلوم فانه لیس بینها و بین اللّٰہ حجاب﴾ (بخاری و مسلم)، (ریاض الصالحین: 76)

''مظلوم کی بددعا سے بچو کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔''

﴿عن ابی هریرة : ان رسول اللّٰہ قال : اتدرون ماالمفلس؟قالو ا المفلس فینا من لا درهم له ولا متاع فقال: ان المفلس من امتی من یاتی یوم القیمة بصلاة وصیام و زکوٰة ویاتی قد شتم هذا و قذف هذا واکل مال هذا وسفک دم هذا و ضرب هذا ،فیعطی هذا من حسناته وهذا من حسناته فان فنیت حسناته قبل ان یقضی ماعلیه اخذ من خطایا هم فطُرحت ثم طُرح فی النار﴾ (مسلم و مشکوٰۃ: 435)

''حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول پاک نے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ کرام نے کہا کہ ہم میں تو مفلس وہ ہے جس کے پاس درہم و دینار نہیں، تو حضور نے فرمایا کہ

میری امت کا مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوۃ لے کر آئے گا اور ساتھ کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا اور کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا، پھر اس کی نیکیاں ان لوگوں کو دے دی جائیں گی لیکن پھر بھی اس کے ذمہ سے حقوق مکمل نہ ہوں گے یہاں تک کہ ان لوگوں کے گناہ اس کے ذمہ ڈال دیئے جائیں گے، پھر اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔"

﴿عن اوس بن شرجیل انه سمع رسول اللّٰه یقول من مشی مع ظالم لیقویه وهو یعلم انه ظالم فقد خرج من الاسلام﴾ (تحقیق: مشکوۃ: 436)

"حضرت اوس بن شرجیل روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک نے فرمایا کہ جو شخص ظالم کے ساتھ چلا، اس کو تقویت دینے کیلئے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ وہ ظالم ہے تو وہ اسلام سے نکل گیا۔"

آقا کریم نے فرمایا کہ اے لوگو! اللہ سے ڈرو، تم میں سے کسی نے بھی مومن پر ظلم کیا تو اللہ تعالیٰ ضرور اس سے بروز قیامت اس سے بدلہ لے گا، مزید فرمایا کہ قیامت والے دن مظلوم ہی کامیاب ہوں گے۔ (تنبیہ الغافلین: 364)

حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ جس نے ظالم کی ظلم پر مدد کی یا ایسی دلیل بنائی جس سے وہ کسی مسلمان کا حق مارے تو اللہ تعالیٰ اس پر غضب اور گناہ کا بوجھ ہوگا۔ (تنبیہ الغافلین: 363)

حضرت میمون بن مہران کہتے ہیں کہ جب کسی نے دوسرے پر ظلم کیا ہو اور اس سے بخشوانا چاہتا ہو جبکہ مظلوم مر چکا ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہر نماز کے بعد اس کیلئے دعائے مغفرت کرے تاکہ اپنے ظلم سے نجات پائے۔ (تنبیہ الغافلین: 363)

حضرت ابو میسرہ کے بارے مذکورہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ایک شخص کی وفات کے بعد ان کی قبر پر آپ چھڑی لائے، پھر اس کے پاس منکر نکیر آئے اور بولے کہ ہم نے تجھے سو کوڑے لگانے ہیں، میت کہنے لگی کہ میں تو ایسا ایسا تھا، بس وہ سفارش کرنے لگا حتیٰ کہ دس کوڑے ساقط ہو گئے، پھر بھی ان سے بحث جاری رہی حتیٰ کہ بات صرف ایک کوڑے تک پہنچی، انہوں نے کہا کہ ایک تو لگائیں گے، ایک کوڑا لگایا تو قبر آگ سے بھر گئی، اس نے پوچھا کہ تم نے کوڑا کیوں لگایا؟ وہ بولے ایک دفعہ ایک مظلوم پر تیرا گزر ہوا، اس نے تجھ سے مدد مانگی لیکن تو نے مدد نہ کی۔

مقام غور ہے کہ مظلوم کی مدد کو نہ پہنچنے والے کی سزا یہ ہے تو ظالم کی کیا حالت ہوگی؟

سلف صالحین میں سے بعض کا فرمان ہے کہ کمزور پر ظلم نہ کرو ورنہ بدترین طاقتوروں میں

سے ہو جاؤ گے۔ (مکاشفۃ القلوب:393)

سرور کائنات نے ارشاد فرمایا کہ پانچ آدمی ایسے ہیں جن پر اللہ غضبناک ہوتا ہے، اگر چاہے تو دنیا میں ان پر اپنا غضب شروع فرمادے ورنہ آخرت میں انہیں اس کی وجہ سے جہنم میں ڈال دے گا۔

(مکاشفۃ القلوب:393)

(۱): قوم کا وہ حاکم جو خود لوگوں سے اپنا حق وصول کرے مگر ان کے ساتھ انصاف نہ کرے اور ان سے ظلم نہ روکے۔

(۲): قوم کا وہ سردار کہ قوم جس کی اطاعت کرے مگر وہ طاقتور اور کمزور کے درمیان مساوات نہ کرے۔

منقول ہے کہ کسریٰ نے اپنے بیٹے کو علم و ادب سکھانے کے لئے ایک استاد مقرر کیا، جب بچہ علم و فضل میں اپنے عروج پر پہنچ گیا تو ایک دن استاد نے اسے بلا کر بغیر کسی جرم و سبب کے انتہائی دردناک سزا دی، بچے نے استاد کے خلاف غصہ دل میں رکھ لیا حتیٰ کہ وہ جوان ہو گیا، جب اس کا باپ فوت ہو گیا تو وہ بادشاہ بن گیا، اس نے استاد کو بلا کر پوچھا کہ آپ نے فلاں دن بغیر کسی جرم کے مجھے کیوں مارا تھا؟ استاد نے کہا اے بادشاہ! یاد رکھو! جب تم علم و فضل میں اپنے عروج پر پہنچ گئے تو مجھے علم ہوا کہ والد کے بعد حکومت تم سنبھالو گے تو میں نے ارادہ کیا کہ تمہیں مار کا ذائقہ اور ظلم کا درد چکھا دوں تا کہ بعد میں تو کسی پر ظلم نہ کرے، بادشاہ نے استاد سے کہا کہ جزاک اللہ! پھر اس کے لئے انعام کا حکم دیا اور ہمیشہ کے لئے وظیفہ جاری کر دیا۔ (مکاشفۃ القلوب)

حضرت فقیہ ابو اللیث سمرقندی فرماتے ہیں:

ظلم سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں کیونکہ جو گناہ تیرے اور تیرے اللہ کے درمیان ہو گا وہ تو کریم ذات قلم عفو سے مٹا دے گا مگر جو گناہ تیرے اور بندے کے درمیان ہو گا تو اس بندہ کو راضی کئے بغیر خلاصی کا کوئی طریقہ نہ ہو گا، اسلئے ظالم کو چاہئے کہ سب سے پہلے اپنے ظلم سے توبہ کرے اور پھر مظلوم سے معافی مانگو، اگر ایسا ممکن نہیں یعنی مظلوم مر چکا ہے تو استغفار کرے اور اس کے لئے دعا مانگے، ممکن ہے کہ اللہ اس کے عذاب کو معاف فرما دے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

چوبیس رمضان

مذمت غصہ

"نحمدہ و نصلی ونسلم علی رسولہ الکریم امابعد! فاعوذباللّٰہ من الشیطن الرجیم ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم"

﴿والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین﴾

(ال عمران:134)

محترم قارئین!

سورہ ال عمران کی جو آیت کریمہ تلاوت کی گئی اس میں رب ذوالجلال نے ارشاد فرمایا:

"اور غصہ کو پی جانے والے، لوگوں کو معاف کرنے والے اور اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔"

(تنبیہ الغافلین:200) میں فقیہ ابو اللیث سمرقندی ایک حکایت نقل فرماتے ہیں:

حضرت میمون بن مہران کی لونڈی آپ کے پاس شوربہ لارہی تھی ٹھوکر لگنے سے شوربہ آپ پر گر پڑا، آپ نے مارنے کا ارادہ کیا تو وہ بولی سرکار! فرمان الٰہی کی طرف متوجہ ہونا "والکاظمین الغیظ" آپ نے فرمایا کہ میں نے اس پر عمل کیا یعنی غصہ پی لیا، وہ عقل مند لونڈی بولی اس سے اگلے کلمات پر بھی عمل کریں "والعافین عن الناس" لوگوں کو معاف کرنے والے فرمایا جا تجھے معاف کیا، پھر وہ کہنے لگی اس کے بعد والے الفاظ پر بھی عمل کریں "واللہ یحب المحسنین" اس پر حضرت میمون نے کہا میں تجھ پر احسان بھی کرنے لگا ہوں، جاؤ میں نے تجھے رضائے الٰہی کے لئے آزاد کیا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ایک دفعہ ایک نشئی کو دیکھا، اسے پکڑا تا کہ سزا دیں تو اس نے آپ کو گالیاں دینا شروع کردیں، آپ نے گالیاں سن کر ارادہ بدل دیا، آپ سے پوچھا گیا کہ جب اس نے گالیاں دیں تو آپ نے چھوڑ دیا فرمایا کہ اس نے مجھے غصہ دلایا تھا، اگر میں اسے سزا دیتا تو میرا

اپنا غصہ بھی اس میں شامل ہوتا جبکہ میں اپنے خواہش نفس کی وجہ سے کسی مسلمان کو سزا نہیں دینا چاہتا۔

حضرت فقیہ ابو اللیث سمرقندی فرماتے ہیں کہ ایک بزرگ کا گھوڑا تھا جو اسے بہت پسند تھا، ایک دن وہ گھر آیا تو دیکھا کہ گھوڑے کی تین ٹانگیں ہیں آپ نے غلام سے پوچھا کہ ایسا کس نے کیا؟ غلام نے کہا میں نے، آپ نے پوچھا کہ کیوں؟ تاکہ آپ کو غصہ دلاؤں، بزرگ کہنے لگے میں اسے غصہ دلاؤں گا جس نے تجھے ایسا کرنے کا حکم دیا یعنی ابلیس، یہ کہہ کر اسے کہا کہ جا تو آزاد ہے اور گھوڑا بھی تیرا ہے۔

(جامع ترمذی، ابوداؤد: 4777، ابن ماجہ) میں روایت ہے:

حضرت ابو امامہ باہلی فرماتے ہیں کہ سرکار مدینہ نے فرمایا کہ جس شخص نے غصہ پی لیا جبکہ اس کے اظہار پر قادر تھا تو اللہ تعالیٰ بروز قیامت اس کے دل کو اپنی رضا سے بھر دے گا۔

محترم قارئین!

ان روایات و احادیث سے یہ بات ظاہر ہو رہی ہے کہ غصہ پی جانا انتہائی افضل عمل ہے جبکہ غصہ کا اظہار کرنا ناپسندیدہ عمل ہے۔ کثیر احادیث مبارکہ میں غصہ پی جانے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

﴿عن ابی ھریرۃ ان رجلا قال للنبی اوصنی قال لا تغضب، فردد ذلک مراراً قال لا تغضب﴾ (بخاری و مسلم و مشکوٰۃ: 433)

"حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور سے عرض کیا کہ مجھے وصیت فرمائیں، حضور نے فرمایا کہ غصہ مت کرو، پھر اس شخص نے کئی بار یہ سوال کیا تو حضور نے یہی فرمایا کہ غصہ مت کرو۔"

﴿عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ! لیس الشدید بالصرعۃ انما الشدید الذی یملک نفسہ عند الغضب﴾ (بخاری و مشکوٰۃ: 433)

"حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول پاک نے فرمایا کہ پہلوان وہ نہیں جو دوسرے کو پچھاڑ دے بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے اوپر قابو رکھے۔"

﴿عن بھز بن حکیم عن ابیہ قال قال رسول اللّٰہ! ان الغضب لیفسد الایمان﴾ (بیہقی و مشکوٰۃ: 434)

"حضرت بہز بن حکیم روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم نے فرمایا کہ غصہ ایمان کو بگاڑ دیتا ہے۔"

﴿عن ابن عمر قال قال رسول اللّٰه ما تجرع عبد افضل عنداللّٰه من جرعة غيظ يكظمها ابتغاء وجه اللّٰه تعالیٰ﴾ (احمد مشکوٰۃ 434)

"حضرت ابن عمر روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے جو شخص غصہ کا گھونٹ پی لیتا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے افضل گھونٹ ہے۔"

حضرت فقیہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم نے فرمایا کہ غصہ سے بچو کہ یہ انسانوں کے دل میں آگ روشن کرتا ہے، دیکھا نہیں کہ کس طرح غصہ والے آدمی کی آنکھیں سرخ ہوجاتی ہیں اور گردن کی رگیں پھول جاتی ہیں، مزید فرمایا کہ کچھ لوگوں کو غصہ جلد آتا ہے اور جلد چلا جاتا ہے تو یہ ایک دوسرے کا بدل ہے اور کوئی شخص ایسا ہوگا جسے دیر سے غصہ آئے تو اور دیر سے جائے، یہ بھی ایک دوسرے کا بدل ہے، تم میں سے بہترین وہ ہے جسے غصہ دیر سے آئے اور جلدی چلا جائے اور تم میں سے بدتر وہ ہے جسے غصہ جلدی آئے اور دیر سے جائے۔ (تنبیہ الغافلین:199)

حضرت لقمان حکیم فرماتے ہیں کہ اے میرے بیٹے! تین شخصوں کی پہچان تین اوقات میں ہوتی ہے۔ (تنبیہ الغافلین:203)

(۱): حوصلے والے کی غصہ کے وقت (۲): بہادر کی جنگ کے وقت (۳): بھائی کی ضرورت کے وقت۔

ایک تابعی کی ایک شخص نے سامنے تعریف کی، وہ فرمانے لگے کہ اے بندہ خدا! تو میری تعریف کیوں کرتا ہے؟ کیا تجھے کبھی تجربہ ہوا کہ غصہ میں تو نے مجھے حوصلہ والا پایا؟ کہنے لگا نہیں، فرمایا کہ کبھی مجھے سفر میں حسن اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے دیکھا، کہا کہ نہیں، فرمایا کیا تو نے مجھے امانت داری کرتے ہوئے پایا؟ کہا کہ نہیں، فرمایا کہ آیندہ خیال رکھنا اللہ تجھے امان میں رکھے، جب تک ان تین چیزوں سے کسی کو پرکھ نہ لو۔ (تنبیہ الغافلین)

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت صدیق اکبر کو سرکار دو عالم کی موجودگی میں برا بھلا کہا، آپ خاموش تھے، پھر جب وہ آدمی خاموش ہوا تو صدیق اکبر اسے جواب دینے لگے، اس پر سرکار مدینہ اٹھ کر چلے گئے، صدیق اکبر بھی رسول اکرم کے پیچھے چلے گئے، عرض کی آقا، اس نے مجھے گالیاں دیں تو آپ خاموش تھے، جب میں نے اسے جواب دیا تو آپ چل پڑے، اس پر سرکار مدینہ نے فرمایا کہ جب تک تو خاموش تھا (یعنی غصہ پر قابو تھا) تو ایک فرشتہ تیری طرف سے جواب

دے رہا تھا، جب تو نے جواب دینا شروع کر دیا تو وہ فرشتہ چلا گیا اور شیطان آ گیا تو میں نے شیطان کی مجلس میں بیٹھنا پسند فرمایا۔ [ابوداؤد]

غزوہ احد میں سرکار بے کس پناہ کے سامنے کے دندان مبارک شہید ہوئے تو صحابہ کرام کو یہ بات انتہائی ناگوار گزری، عرض کی آقا آپ ایسا کام کرنے والوں کو بددعا دیتے (تو بہتر ہوتا)، فرمایا کہ مجھے لوگوں پر لعنت بھیجنے کے لئے نہیں بھیجا گیا بلکہ مجھے اللہ کی راہ کی طرف بلانے والا اور رحمت بنا کر بھیجا گیا۔ **اللّٰھم اھد قومی فانھم لایعلمونی۔** (مسلم:2599)

حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ سرکار ابد قرار کا گزر ایسے لوگوں پر ہوا جو پتھر اٹھا کر زور آزمائی کا مظاہرہ کر رہے تھے کہ کون طاقتور ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ کیا؟ عرض کی قوت ماپنے کا پتھر، فرمایا کہ میں اس سے زیادہ طاقتور شخص سے آگاہ نہ کروں؟ عرض کی کہ کیوں نہیں؟ فرمایا کہ اس سے طاقتور وہ شخص ہے جو غصہ سے بھرا ہوا ہو پھر بھی صبر کرے۔ (مجمع الزوائد، تنبیہ الغافلین 207)

حضرت فقیہ ابو اللیث سمرقندی فرماتے ہیں:

غصہ کے وقت صبر سے کام لو، جلد سے باز رہو کیونکہ جلد بازی سے تین نقصان اور صبر کرنے سے تین فوائد حاصل ہوں گے، جلد بازی کے تین نقصانات یہ ہیں:

(۱): دل میں ندامت (۲): لوگوں کی ملامت (۳): اللہ کی طرف سزا دینا۔

جبکہ صبر کے تین فوائد یہ ہیں:

(۱): دل کا سرور (۲): لوگوں کی تعریف ملے گی (۳): اللہ کی طرف سے ثواب ملے گا کیونکہ حوصلہ اگرچہ ابتداء میں کڑوا ہوتا ہے تاہم اس کا انجام میٹھا ہوتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ جو بندہ غصہ کرتا ہے وہ شیطان کے ہاتھ میں ایسے ہوتا ہے جیسے بچوں کے ہاتھ میں گیند، اسلئے غصہ کرنے والے کے صبر کرنا چاہیے تاکہ شیطان کا قیدی نہ بنے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پچیس رمضان

فضیلت میزبانی

"الحمد اللّٰہ الذی لا مانع لحکمه ولا نا قص لقضائه و قدره والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء وسند اولیاء ه وعلی اله و احبابه المعارضین لاعدائه واصحابه اجمعین!

﴿ھل اتاک حدیث ضیف ابراھیم المکرمین، اذ دخلوا علیه فقالوا سلاما قال سلام قوم منکرون، فراغ الی اھله فجاء بعجل سمین فقربه الیھم قال الا تاکلون﴾ (الذاریات:24,27)

صدق اللّٰہ العظیم و صدق رسوله النبی الکریم.

محترم قارئین!

مہمان خدا کی نعمت اور رحمت ہوتا ہے،اس لئے جملہ انبیاءکرام علیہم السلام مہمان کی خاطر تواضع میں دلچسپی لیتے تھے،لہذا مہمان نوازی سنت انبیاء ہوئی ، پھر ہمارا مذھب اسلام ایک طرف تو ہمیں ہمارے فائدے اور بھلائی کے لئے ادائیگی عبادت کی تاکید فرماتا ہے تو دوسری طرف ہمیں یہ تاکید فرماتا ہے کہ ہم اپنے اہل وعیال کی کفالت احسن طریقہ سے ادا کریں نیز اپنے دل کوفراخ کرتے ہوئے اپنے دسترخوان کو بھی فراخ رکھیں تاکہ مہمانوں کی بھی خاطر مدارت ہو سکے۔

انبیاءکرام میں سے جلیل القدر نبی حضور کے جد امجد حضرت ابراہیم کی مہمان نوازی کو قرآن مجید فرقان حمید نے سورۃ الذاریات: 24,27 میں فرمایا۔

﴿ھل اتاک حدیث ضیف ابراھیم﴾

ایک بار خداوند قدوس نے اپنے پیارے پیغمبر حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی مہمان نوازی کے امتحان کا ارادہ فرمایا، پس اللہ تعالی نے دس بارہ ملائکہ کو اس مقصد کے لئے منتخب فرمایا، چنانچہ وہ ملائکہ

زمین پر آئے، انہوں نے اپنے نورانی پیکروں کو انسان کے خاکی لبادے میں چھپایا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضری دی، حضرت ابراہیم چونکہ بہت مہمان نواز تھے۔

آپ نے ان ملائکہ کو مہمان بنایا اور ان کی خاطر مدارت کے لئے ایک تندرست توانا اور موٹا تازہ بچھڑا ذبح کیا، انہوں نے گوشت اچھی طرح سے بھونا اور مہمانوں کے سامنے رکھا تاکہ وہ تناول فرمائیں۔

چونکہ مہمان انسان نہیں بلکہ ملائکہ تھے، خداوند تعالیٰ نے انہیں کھانے پینے سے بے نیاز رکھا تھا، اسلئے وہ کیسے کھاتے لیکن حضرت ابراہیم نے جس طریقے سے مہمان نوازی کے تقاضوں کی تکمیل کی اور میزبانی کا حق ادا کیا، وہ اس بات کا شاہد تھا کہ آپ اس امتحان میں کامیاب ہوگئے ہیں اور فرشتوں نے بتایا کہ ہم ایک لڑکے کی خوشخبری دینے آئے ہیں۔

(کیمیائے سعادت: 172) میں ہے:

"حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مہمان نوازی اس قدر عروج پر تھی کہ جب تک کوئی مہمان ان کے دستر خوان پر نہ ہوتا تھا، آپ اس وقت تک کھانا تناول نہ فرماتے اور یہ بھی نہیں کہ کھانا نہ کھا کر مطمئن رہتے بلکہ مہمانوں کی تلاش کرتے اور اس سلسلے میں دو دو میل تک زحمت اٹھانا گوارا کر لیتے، لہٰذا آپ نے کبھی مہمان کے بغیر ایک وقت کا کھانا تناول نہ فرمایا۔

کیمیائے سعادت میں سیدنا امام غزالی فرماتے ہیں کہ اب بھی ان کے مزار شریف میں ان کی رسم مہمان نوازی باقی ہے اور آج تک کوئی شب ایسی نہیں گذری جس میں مہمان نوازی نہ کی گئی ہو اور بعض اوقات تو مہمانوں کی تعداد 100 سے بھی تجاوز کر جاتی ہے مگر پھر بھی کوئی بھوکا نہیں جاتا، اسلئے کہ اب وہاں کے مالداروں نے کئی گاؤں مقرر کر رکھے ہیں۔

محترم قارئین!

اس کائنات ارض وسماء میں سب سے محترم ومکرم، بزرگ و برتر ہستی احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ہیں جو ہمارے پیارے رسول ہیں جن کو سارا زمانہ محسن انسانیت، عظیم انقلاب کے داعی، صادق وامین اور معلم الاخلاق کی حیثیت سے جانتا ہے، آپ ان تمام خوبیوں کے جامع تھے جو گذشتہ انبیاء کرام کو عطا کی گئی تھیں تو چونکہ مہمان نوازی کثیر انبیاء کرام کی سنت رہی ہے، اس لئے آپ بھی سارے لوگوں سے بڑھ کر مہمان نواز تھے، یہاں تک کہ آپ تو مہمان کی خاطر مدارت کے لئے قرض لے کر بھی کھانا تیار فرما لیتے۔

جیسا کہ (کیمیائے سعادت:172)میں سیدنا امام غزالی فرماتے ہیں:

ایک مرتبہ آقا کریم کے پاس مہمان آیا، اتفاقاً اس دن کاشانہ نبوت میں ایسے لوازمات نہ تھے جن سے مہمان کی تواضع اور خاطر مدارت کی جاتی، چنانچہ آپ نے اپنے ایک خادم حضرت ابو رافع سے فرمایا کہ فلاں یہودی کے پاس جاؤ اور اسے ہماری طرف سے پیغام دو کہ آج ہماری طرف مہمان آیا ہے اور ہمیں اس کی خاطر مدارت کے لئے آٹا بطور قرض دے دو کہ ہم ماہ رجب میں قرض واپس کردیں گے۔

حضرت ابو رافع حضور کے حکم پر اس یہودی کے پاس چلے گئے اور اس کو حکم عالیہ سے مطلع کیا، یہودی چونکہ دشمن اسلام تھا، کہنے لگا کہ قرض لینا چاہتے ہو تو میرے پاس کوئی چیز گروی رکھو، حضرت ابو رافع واپس آئے اور حضور سے عرض کی کہ یہودی تو یہ کہتا ہے، آپ نے فرمایا کہ واللہ! ہم زمین میں بھی امین ہیں اور آسمان میں بھی، البتہ وہ قرض دیدیتا تو ہم نے ضرور ادا کردینا تھا، چلو کوئی بات نہیں تم ہماری زرہ لے جاؤ اور اسے گروی رکھ کر آٹا بطور قرض لے آؤ۔

چنانچہ اس غلام نے ایسا ہی کیا اور اس طرح آپ نے اپنے مہمان کی مہمان نوازی کر کے عملی طور پر ہمیں درس دے دیا، آقا کریم نہ صرف خود مہمان نواز تھے بلکہ امت مسلمہ کو بھی آپ نے مہمان نوازی پر ابھارا چنانچہ چند ایک ارشادات ملاحظہ فرمائیں:

﴿من كان يومن بالله واليوم الاخر فليكرم ضيفه﴾ (مشکوۃ المصابیح:368) ، (بخاری ومسلم)

''جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے پس اسے چاہئے کہ وہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔''

﴿عن ابی شریح قال سمعت رسول الله یقول من کان یومن بالله والیوم الاخر فلیکرم ضیفه جائزته،قالوا، وما جائزته؟ قال: یومه ولیلته ، والضیافة ثلاثة ایام فما کان وراء ذلک فهو صدقة علیه﴾ (بخاری ومسلم،مشکوۃ المصابیح:363) ، (ریاض الصالحین:205)

''حضرت ابو شریح روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ وہ اپنے مہمان کی مہمان نوازی میں جائزہ کرے، پوچھا گیا کہ جائزہ کیا ہے؟ تو فرمایا کہ ایک دن اور ایک رات کا کھانا اور مہمانی تین دن ہے، پھر جو اس سے زائد مدت ہے تو وہ محض صدقہ ہے۔''

محترم قارئین!

یہی وجہ ہے کہ جس طرح امام الانبیاء بڑے مہمان نواز تھے، اسی طرح ہمارے آقا کے صحابہ

کرام بھی مہمان نوازی کو بڑی اہمیت دیتے تھے، صحابہ کرام تو ہر اس بات کو اپنا شعار بنا لیتے تھے جو وہ آقا کریم کی ذات میں دیکھتے تھے، چونکہ مہمان نوازی آقا کریم کا ایک نمایاں وصف تھا، اس لئے صحابہ کرام نے بھی اس وصف کو اپنایا اور مہمانوں کی خاطر تواضع میں ہر ممکن حد تک عمل کیا۔

(مشکوٰۃ المصابیح:368، صحیح مسلم)

سیدنا ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ ایک بار رسول اکرم کو بھوک محسوس ہوئی، آپ کسی مصلحت کی بنا گھر سے باہر نکلے اور ایک جانب عازم سفر ہوئے، سر راہ گلشن اسلام کے دو گل مل گئے، وہ گل کہ جن کی خوشبو اور مہک سے آج بھی اک عالم معطر ہے، وہ گل سیدنا ابو بکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق تھے، ہمارے پیارے آقا نے ارشاد فرمایا کہ تم کس لئے گھر سے نکلے ہو، عرض کی یا رسول اللہ! ہم بھوک کے سبب گھر سے نکلے ہیں، حضور نے فرمایا، بخدا میں بھی اسی مقصد کے لئے نکلا ہوں، چلو میرے ساتھ آؤ، اب تینوں شخصیات ملکر ایک انصاری کے ہاں تشریف لے گئے، صاحب خانہ گھر میں موجود نہیں تھے، ان کی زوجہ نے آپ کو خوش آمدید کہا، ہمارے آقا نے پوچھا کہ ابو الہیثم کہاں ہیں؟ زوجہ نے عرض کی ہمارے لئے میٹھا پانی لینے گئے ہیں، ابھی گفتگو ہو رہی تھی کہ ابو الہیثم آ گئے، انہوں نے دیکھا کہ آقا کریم اور آپ کے دو عظیم غلام ابو بکر صدیق اور عمر فاروق تشریف فرما ہیں تو وہ خوشی و مسرت سے نہال ہو گئے۔ صحابہ کرام کو آقا کریم جانوں سے بھی پیارے تھے، اسی لئے ان کی زبان سے خوشی و مسرت سے بے ساختہ نکلا الحمد للہ احد الیوم اکرم اضیافاً منی. چنانچہ ابو الہیثم نے مہمانوں کی خاطر تواضع کے لئے ایک بکری ذبح کی اور اسے پکا کر خدمت عالیہ میں پیش کیا اور بہترین کھجوروں کا ایک خوشہ بھی پیش کیا۔

اس کے علاوہ بھی کثیر احادیث میں صحابہ کرام کے واقعات مذکور ہیں، چنانچہ غزوہ خندق کے موقع پر بھی حضرت جابر نے آقا کریم کو بھوک کے عالم میں دیکھا تو ان کے لئے ایک بکری ذبح کر کے سات آٹھ افراد کا کھانا تیار فرمایا۔

محترم قارئین!

مہمان خداوند قدوس کی رحمت ہے، اس کی آمد ہمارے لئے باعث رحمت ہوتی ہے لیکن آج کا دور انسان کے لئے ہزار ہا مجبوریوں کا دور ہے، ایسی مجبوریاں جن کے باعث وہ اوامر بھی زحمت محسوس ہوتے ہیں جو کہ سراسر رحمت خداوندی کا موجب ہیں، ان ہی مجبوریوں کی وجہ سے بعض لوگ مہمان کو زحمت تصور کرتے ہیں اور مہمان کی آمد پر ان کی جبین پر سینکڑوں بل پڑ جاتے ہیں حالانکہ ایسی

عادت یا تو بے شعوری کی وجہ سے یا بے حد غریبی کی وجہ سے لیکن دونوں صورتوں میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا چاہیے کیونکہ سب کا رزاق وہی ہے اور خاص طور پر مہمان تو اپنا رزق ہی کھا کر جاتا ہے۔

مہمان کو بھی چاہیے کہ اپنے میزبان کو تنگی میں نہ ڈالے اور ان باتوں کا خاص خیال رکھے۔

(۱): میزبان اپنے مہمان کو جہاں بٹھائے وہاں بیٹھ جائے۔

(۲): میزبان کے لئے جو کچھ کھانا پیش کرے، اس پر اکتفاء کرے، اگر کھانا اچھا نہ ہو تو بھی خوشی سے کھالے اور میزبان کی دل آزاری نہ کرے۔

(۳): مہمان اگر کہیں جانا چاہے تو اپنے میزبان سے اجازت حاصل کرے۔

(۴): سب سے اہم بات یہ کہ اپنا قیام اتنا طویل نہ کرے کہ میزبان پر گراں گزرے۔

جیسا کہ مشکوٰۃ کی حدیث میں ہے: [ولا یحل لہ ان یثوی حتیٰ یحرجہ] اس کے لئے جائز نہیں کہ وہاں ٹھہرا رہے حتیٰ کہ اسے حرج میں ڈالے، مہمان نوازی کتنے دن ہونی چاہیے، اس کے لئے ابتداء آپ نے حدیث ملاحظہ فرمائی۔

ایک دن میزبان خوب اچھا کھانا پیش کرے، پھر تین دن اپنی طاقت کے مطابق پر تکلف کھانا دے اور اس کے بعد جو ماحضر ہے، جب مہمان جانا چاہے تو میزبان کیلئے لازم ہے کہ وہ اسے نہایت عزت واحترام کے ساتھ دروازے تک رخصت کرنے آئے، جیسا کہ ابن ماجہ کی حدیث ہے۔

﴿من السنۃ ان یخرج مع ضیفہ الی باب الدار﴾

آخری بات یہ ہے کہ اگر آپ کسی کے پاس جائیں تو وہ آپ کی خاطر مدارت نہ کرے، پھر جب وہ آپ کے پاس آئے تو آپ اس بدلہ مت لیں بلکہ آپ اچھی خاطر مدارت کریں تا کہ آپ ثواب سے محروم نہ ہوں، مشکوٰۃ کی حدیث سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

چھبیس رمضان

فضیلت شب قدر

حمدا لک یا ذاالجلال والاکرام وصلوۃ وسلاما علی سید الانام اما بعد!

﴿انا انزلناہ فی لیلۃ القدر وما ادراک ما لیلۃ القدر ،لیلۃ القدر خیر من الف شھر ،تنزل الملائکۃ والروح فیھا باذن ربھم من کل امر سلام ، ھی حتی مطلع الفجر﴾

محترم قارئین!

رمضان المبارک کی راتوں میں سے ایک رات شب قدر کہلاتی ہے جو بہت ہی قدرو منزلت اور خیروبرکت کی حامل رات ہے، اسی رات کواللہ تعالیٰ نے ہزار مہینوں سے افضل قرار دیا ہے، ہزار مہینے کے ۸۳ برس ۴ ماہ ہوتے ہیں یعنی جس شخص نے اس ایک رات کی عبادت کی تو گویا اس نے ۸۳ برس ۴ ماہ کا زمانہ عبادت میں گزارا اور ۸۳ برس کا زمانہ بھی تو کم ازکم ہے کیونکہ خیر من الف شہر سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جتنا زائد چاہے اجر عطا فرماتا ہے، اس عظیم اجر کا اندازہ انسانی طاقت سے باہر ہے۔

شب قدر کا معنیٰ ومفہوم

امام زہری فرماتے ہیں کہ [قدر] کا معنیٰ ہے مرتبہ، چونکہ یہ رات باقی راتوں کے مقابلے میں شرف ومرتبہ کے لحاظ سے بلند ہے اسلئے اسے لیلۃ القدر کہتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ چونکہ اس رات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک سال کی تقدیر وفیصلہ کا قلمدان فرشتوں کو سونپا جاتا ہے اس وجہ سے بھی اسے لیلۃ القدر کہتے ہیں۔

اس رات کو قدر کے نام سے تعبیر کرنے کی ایک وجہ [تفسیر کبیر] میں یہ بیان کی گئی ہے۔

﴿ نزل فیھا کتاب ذو قدر علی لسان ذی قدر علی امۃ لھا قدر ولعل اللہ انما ذکر لفظہ القدر فی ھذہ السورۃ ثلاث مرات لھذا السبب ﴾

''امام رازی فرماتے ہیں کہ اس رات میں مرتبے والی کتاب مرتبے والی زبان پر مرتبے والی امت پر نازل کی گئی، شاید یہی وجہ ہے کہ اس سورت میں اسی وجہ سے تین بار لفظ قدر ذکر کیا گیا ہے۔''

[تفسیر خازن] میں ہے کہ قدر کا معنی تنگی ہے، اس معنی کے لحاظ سے اسے قدر والی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس رات آسمان سے فرش زمین پر اتنی کثرت کے ساتھ فرشتوں کا نزول ہوتا ہے کہ زمین تنگ ہو جاتی ہے۔''

[تفسیر قرطبی] میں ہے کہ علامہ ابو بکر الوراق ''قدر'' کی ایک وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ رات عبادت کرنے والے کو صاحب قدر بنا دیتی ہے اگر چہ وہ اس سے پہلے اس لائق نہ ہو۔''

یہ رات کیوں عطا کی گئی

اس رات کے عطا کئے جانے کا سب سے اہم سبب رسول اکرم کی اس امت پر شفقت اور آپ کی غمخواری ہے جیسا کہ موطا امام مالک میں ہے:

﴿ ان رسول اللہ اری اعمار الناس قبلہ او ماشاء اللہ من ذلک فکانہ تقاصر اعمار امتہ عن ان لا یبلغوا من العمل مثل الذی بلغ غیرھم فی طول العمر فاعطاہ لیلۃ القدر ﴾

''رسول اکرم کو آپ سے پہلے لوگوں کی عمریں بتائیں گیں یا تو گویا آپ نے اپنی امت کی عمروں کو قلیل پایا اس بات سے کہ یہ اتنے اعمال نہیں کر سکیں جتنے دیگر امتیں اپنی طویل عمر کی وجہ سے کر پائیں گی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ رات عطا فرما دی۔''

اس بات کی تائید حضرت ابن عباس سے منقول روایت سے بھی ہوتی ہے:

آپ کی بارگاہ اقدس میں بنی اسرائیل کے ایک شخص کا تذکرہ کیا گیا جس نے ایک ہزار ماہ تک اللہ کی راہ میں جہاد کیا تھا۔

﴿ فعجب رسول اللہ لذلک وتمنی ذلک لامتہ فقال یارب جعلت امتی اقصر الاعمار واقلھا اعمالا فاعطاہ اللہ لیلۃ القدر ﴾ [تفسیر الخازن : ۴/۳۹۷]

''پس رسول اللہ نے اس وجہ سے حیرانگی کا اظہار کیا اور اپنی امت کیلئے اس بات کی آرزو کی، پس عرض کیا کہ اے میرے رب! تو نے میری امت کو عمروں اور اعمال کے لحاظ سے قلیل بنایا ہے تو اللہ

تعالیٰ نے آپ کو یہ رات عطا فرمائی۔"

اس بات کی تائید ایک اور روایت سے بھی ہوتی ہے جسے امام قرطبی نے [تفسیر قرطبی] میں روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم نے صحابہ کرام کے سامنے مختلف شخصیات یعنی حضرت ایوب، حضرت زکریا، حضرت حزقیل اور حضرت یوشع علیہم السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ان حضرات نے ۸۰،۸۰ سال اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اور پلک جھپکنے کے برابر بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی تو صحابہ کرام کو ان برگزیدہ ہستیوں پر رشک آیا، امام قرطبی فرماتے ہیں کہ اسی وقت جبرائیل امین آپ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی:

﴿ یا محمد عجبت امتک من عبادة هولاء النفر ثمانین سنة فقد انزل الله علیک خیرا من ذلک ،ثم قرأ : انا انزلناه فی لیلة القدر ، فسر بذلک رسول الله ﴾

"اے محمد! آپ کی امت نے ان نیک بندوں کے اسی ۸۰ سال عبادت کرنے پر رشک کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر اس سے بہتر چیز نازل فرمادی، پھر حضرت جبرائیل نے سورہ قدر کی تلاوت کی، پس حضور یہ سن کر خوش ہوگئے۔"

چنانچہ حضور کے طفیل ہم پر یہ کرم ہوا کہ اس امت کو لیلۃ القدر عنایت کی گئی اور اس عبادت کو ۸۰ نہیں بلکہ ۸۳ سال ۴ ماہ سے بڑھ کر قرار دیا گیا۔

امت مصطفوی کی خصوصیت

لیلۃ القدر صرف حضور کی امت کی خصوصیت ہے، امام جلال الدین سیوطی حضرت انس سے نقل فرماتے ہیں، رسول اللہ نے فرمایا:

﴿ ان الله وهب لامتی لیلة القدر لم یعطاها من کان قبلهم ﴾ [در منثور]

"بے شک اللہ تعالیٰ نے میری امت کو لیلۃ القدر عطا کی، ان سے پہلے کسی کو بھی نہیں عطا کی۔"

فضیلت شب قدر احادیث کی روشنی میں

﴿ عن ابی هریرة قال قال رسول الله : من قام لیلة القدر ایمانا واحتسابا غفرله ما تقدم من ذنبه ﴾ [بخاری ومسلم]

"حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ جس نے لیلۃ القدر کو ایمان

اور ثواب کی نیت سے قیام کیا تو اس کے تمام گذشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔"

﴿عن انس : ان هذا الشهر قد حضركم وفيه ليلة خير من الف شهر من حرمها فقد حرم الخير كله ولا يحرم خيرها الا حرم الخير﴾ [ابن ماجه]

"حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ بے شک یہ ماہ مبارک تمہارے پاس حاضر ہے اور اس میں ایک رات ایک ماہ سے بہتر ہے، جو اس رات میں محروم رہا، پس وہ تمام بھلائیوں سے محروم رہا اور اس ماہ کی بھلائیوں سے نہیں محروم ہوتا مگر وہی شخص جو واقعی محروم ہے۔"

محترم قارئین!

ایسے شخص کی محرومی میں واقعۃ کیا شک ہوسکتا ہے جو اتنی بڑی نعمت کو غفلت کی وجہ سے ضائع کردے، جب انسان دنیا کے کاموں کیلئے کتنی کتنی راتیں جاگ کر گزار لیتا ہے تو پھر ۸۰ سال کی عبادت سے افضل عبادت کیلئے چند راتیں کیوں نہ جاگیں؟

﴿عن انس : اذا كان ليلة القدر نزل جبرائيل كبكبة من الملائكة يصلون على كل عبد قائم او قاعد يذكر الله﴾

"حضرت انس ہی بیان کرتے ہیں کہ جب لیلۃ القدر آتی ہے تو حضرت جبرائیل فرشتوں کے جھرمٹ میں تشریف لاتے ہیں اور اس رات میں شخص پر رحمت بھیجتے ہیں جو کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرتا ہے۔"

اسی بات کو قرآن عظیم نے بھی بیان فرمایا:

﴿تنزل الملائكة والروح فيها باذن ربهم من كل امر سلم هي حتى مطلع الفجر﴾

"فرشتے اور روح الامین اپنے رب کی اجازت سے ہر معاملے کی سلامتی لے کر اترتے ہیں یہاں تک کہ فجر طلوع ہوجائے۔"

حضرت عمر فاروق سے مروی ہے کہ جس نے رمضان کی ستائیسویں رات صبح تک عبادت کی تو وہ مجھے پورے رمضان کی راتوں کے قیام سے زیادہ محبوب ہے۔

فضیلت شب قدر

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول اکرم نے فرمایا:

جب شب قدر آتی ہے تو اللہ کے حکم سے حضرت جبرائیل ایک سبز جھنڈا لئے فرشتوں کی بہت بڑی فوج کے ساتھ زمین پر نزول فرماتے ہیں اور اس سبز جھنڈے کو کعبہ معظمہ پر لہرا دیتے ہیں، حضرت جبرائیل امین کے ایک سو بازو ہیں جن میں سے صرف دو اس رات کھولتے ہیں، وہ بازو مشرق و مغرب میں پھیل جاتے ہیں، پھر حضرت جبرائیل فرشتوں کو حکم دیتے ہیں کہ جو کوئی مسلمان آج رات قیام میں ،نماز میں یا ذکر الٰہی میں مشغول ہے، اس سے سلام و مصافحہ کرو، نیز ان کی دعاؤں پر آمین کہو، چنانچہ صبح تک یہی سلسلہ جاری رہتا ہے، صبح ہونے پر حضرت جبرائیل فرشتوں کو واپس چلے جانے کا حکم صادر فرماتے ہیں، فرشتے عرض کرتے ہیں، اے جبرائیل! اللہ تعالٰی نے اپنے پیارے حبیب کی امت کی حاجات کے بارے کیا کیا ہے؟

حضرت جبرائیل امین فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر خصوصی نظر رحمت فرمائی اور چار قسم کے لوگوں کے علاوہ تمام لوگوں کو معاف فرما دیا، صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ چار قسم کے لوگ کون سے ہیں تو ارشاد فرمایا:

عادی شرابی، والدین کا نافرمان، قطع رحمی کرنے والے، آپس میں بغض و کینہ رکھنے والے۔

شب قدر کی دعا

حضرت عائشہ نے عرض کی یا رسول اللہ! اگر مجھے علم ہو جائے کہ آج شب قدر ہے تو میں کیا کروں تو آپ نے فرمایا کہ اس طرح دعا کرو:

﴿اللّٰهم انک عفو تحب العفو فاعف عنی﴾

”اے اللہ! بے شک تو بخشنے والا ہے، تو بخشش کو پسند فرماتا ہے، پس تو مجھے معاف فرما دے۔“

شب قدر کونسی رات ہے؟

شب قدر کی تعیین کے بارے تقریباً ۵۰ اقوال کتب میں مذکور ہیں جن میں سے دو قول قابل توجہ ہیں.

[۱]: رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں سے ایک رات ہے جو متعین نہیں جیسا کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں:

﴿قال رسول اللّٰه : تحروا لیلة القدر فی الوتر من العشر الاواخر من رمضان﴾

”تم لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔“ [بخاری و مشکوٰۃ]

چونکہ اعتکاف کا مقصد بھی تلاش لیلۃ القدر ہے، اسلئے ان آخری دس دنوں کا اعتکاف سنت قرار دیا گیا۔

[۲]: ستائیسویں شب ہی شب قدر ہے، یہی جمہور علماء کرام کی رائے ہے۔

حضرت علامہ آلوسی بغدادی فرماتے ہیں:

﴿قداختلف العلماء فی ذلک والذی علیہ المعظم انھا لیلۃ سبع وعشرین﴾

''تحقیق علماء کا شب قدر کے بارے اختلاف ہے اور جس موقف پر بڑے بڑے علماء قائم ہیں، وہ یہ ہے کہ شب قدر ستائیسویں رات ہے۔''

حضرت امام قرطبی فرماتے ہیں:

﴿ وکثیر منھم ذھب الی انھا اللیلۃ السابعۃ من تلک الاوتار﴾

''اوران میں سے اکثر اس بات کے قائل ہیں کہ شب قدر طاق راتوں میں سے ساتویں رات ہے۔''
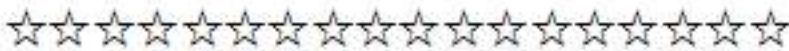
ستائیس رمضان

فضیلت صدقہ

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلی الہ واصحابہ اجمعین۔

﴿خذ من اموالھم صدقة تطھرھم وتزکیھم بھا﴾ [التوبہ:۱۰۳]

محترم قارئین!

صدقہ عربی زبان کا لفظ ہے صدق سے بنا ہے جس کا معنی سچائی ہے چونکہ خیرات سخی کے سچے مومن ہونے کی علامت ہے، اس لئے اسے صدقہ کہتے ہیں، مطلقاً صدقہ سے مراد اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چاہے فرض ہو یا نفل، صدقہ کا اطلاق کبھی زکوۃ پر اور اکثر صدقہ سے مراد اللہ کی راہ میں خرچ کرنا یعنی غریبوں فقیروں اور مسکینوں کی ضرورت پورا کرنے کے لئے خرچ کرنا۔

قرآن مجید میں صدقہ کے متعلق مختلف فرامین رب ذوالجلال موجود ہیں، چنانچہ سورۃ التوبہ: 103 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

[خذ من اموالھم صدقة تطھرھم وتزکیھم]

"آپ ان کے اموال سے صدقہ لے کر ان کو پاک وستھرا کردیں۔"

اسی طرح سورۃ البقرہ: 263 میں رب ذوالجلال کا ارشاد گرامی ہے:

[قول معروف ومغفرۃ خیر من صدقة یتبعھا اذی]

"اچھی بات اور بخشش ایسے صدقے سے بہتر ہے جس کے پیچھے تکلیف ہو۔"

اس آیت کریمہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے پیر کرم علی شاہ الازہری (تفسیر ضیا القرآن: 185/1) میں فرماتے ہیں۔

"بعض کم ظرف لوگ اگر چند کوڑیاں کسی نیک کام میں خرچ کر بیٹھتے ہیں تو پھر احسان

جتلاتے ہیں، طرح طرح سے اذیت پہنچاتے ہیں، مسلمانوں کو ایسی کمینہ حرکتوں سے باز رہنے کی تلقین کی جارہی ہے اور انہیں بتایا جارہا ہے کہ ایسے خرچ کرنے سے تو خندہ پیشانی سے بات کرنا اور کسی کی سخت کلامی سے درگزر کرنا بہتر ہے، ایک اور مقام پر رب ذوالجلال نے اسی مفہوم کو بیان فرمایا:

[یا یھا الذین امنوا لا تبطلوا صدقتکم بالمن والاذی]

"اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتلا کر اور تکلیف دے کر ضائع مت کرو۔"

قرآن مجید میں صدقہ کے فلسفہ کو بیان کرتے ہوئے ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

[یمحق اللّٰہ الربوا و یربی الصدقات] (البقرہ:276)

"اللہ تعالیٰ سود مٹاتا ہے اور صدقات بڑھاتا ہے۔"

اس آیت کریمہ میں یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے کم نہیں ہوتا بلکہ بڑھتا ہے کیونکہ جو بھی مال راہ خدا میں خرچ کردیا گیا وہ اللہ کے پاس بطور قرض ہے اور وہ اس کی واپسی کئی گنا بڑھا کر دے گا، جیسا کہ خود رب ذوالجلال نے اس حقیقت کو عیاں کیا، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

[من ذا الذی یقرض اللّٰہ قرضاً حسناً فیضاعفہ لہ اضعافا کثیرۃ] (البقرۃ:245)

"جو شخص اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دے گا، پس وہ اس کیلئے کئی گنا زیادہ بڑھا دے گا۔"

احادیث مبارکہ

قرآنی آیات کے علاوہ قرآنی آیات کے علاوہ کثیر احادیث مبارکہ میں صدقہ کی فضیلت و اہمیت کو انتہائی آسان الفاظ میں ذکر کیا گیا۔

[عن علی قال قال رسول اللّٰہ ! بادروا بالصدقۃ فان البلاء لا یتخطاھا] (مشکوۃ:167)

"حضرت علی روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم نے فرمایا کہ صدقہ کرنے میں جلدی کرو کیونکہ مصیبتیں اس سے آگے نہیں گزر سکتیں۔"

[عن ابی موسی الاشعری قال قال رسول اللّٰہ ! علی کل مسلم صدقۃ قالو ا فان لم یجد قال فلیعمل بیدیہ فینفع نفسہ و یتصدق قالوا فان لم یستطع او لم یفعل قال فیعین ذاالحاجۃ الملھوف] (بخاری و مسلم و مشکوۃ 167)

''حضرت ابوموسیٰ اشعری روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم نے فرمایا کہ ہر مسلمان پر صدقہ کرنا لازم ہے، صحابہ کرام نے عرض کی، پس اگر وہ صدقہ کیلئے مال وغیرہ نہ پائے تو حضور نے فرمایا کہ وہ اپنے ہاتھ سے کام کرے، پھر اپنے آپ کو نفع پہنچائے اور صدقہ کرلے، صحابہ کرام نے عرض کی کہ اگر وہ اس کی بھی طاقت نہیں رکھتا تو حضور نے فرمایا کہ حاجت مند مظلوم کی مدد کرے۔''

[عن انس قال قال رسول اللّٰہ! لما خلق اللّٰہ الارض جعلت تمید فخلق الجبال فقال بها عليها فاسقرت فعجبت الملائكة من شدة الجبال فقالوايا رب هل من خلقك شيء اشد من الجبال قال نعم الحديد، فقالوا يارب هل من خلقك شئي اشد من الحديد قال نعم النار فقالوا يارب هل من خلقك شئي اشد من النار قال نعم الماء فقالوا يارب هل من خلقك شئي اشد من الماء قال نعم الريح فقالوا يارب هل من خلقك شئي اشد من الريح قال نعم! ابن آدم تصدق صدقة بيمينه يخفيها من شماله] (ترمذی ومشکوٰۃ:170)

''حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا تو وہ حرکت کرنے لگی، پس اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو پیدا فرما دیا اور فرمایا کہ تم اس پر ٹھہرو، پس زمین رک گئی، فرشتوں کی پہاڑوں کی سختی دیکھ کر عرض کیا، اے رب! کیا تیری مخلوق میں کوئی چیز پہاڑوں سے بھی زیادہ سخت ہے؟ تو رب نے فرمایا کہ ہاں! لوہا، پھر فرشتوں نے کہا کہ کیا تیری مخلوق میں کوئی چیز لوہے سے بھی زیادہ سخت ہے؟ تو رب نے فرمایا کہ آگ، فرشتوں نے کہا کہ اے رب! کیا تیری مخلوق میں آگ سے بھی کوئی چیز سخت ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہاں! پانی، فرشتوں نے پھر عرض کیا کہ اے مولا! کیا تیری مخلوق میں کوئی چیز پانی سے بھی زیادہ سخت ہے؟ رب نے فرمایا کہ ہاں! ہوا، فرشتوں نے عرض کیا کہ تیری مخلوق میں کوئی چیز ہوا سے بھی زیادہ سخت ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہاں وہ صدقہ جو انسان اپنے دائیں ہاتھ سے پوشیدہ صدقہ کرے کہ بائیں کو معلوم ہو گا۔''

[عن انس قال قال رسول اللّٰہ! ان الصدقة لتطفيء غضب الرب و تدفع ميتة السوء] (ترمذی مشکوٰۃ:168)

''حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ بے شک صدقہ رب کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے اور میت سے برائی دور کرتا ہے۔''

رسول اکرم نے فرمایا کہ جس نے حلال کمائی ایک کھجور کے برابر بھی صدقہ کیا جبکہ اللہ تعالیٰ صرف حلال کمائی ہی قبول فرماتا ہے، پھر اسے صدقہ کرنے والے کے لئے پالتا ہے، جیسے تم میں سے کوئی اپنے بچھڑے کو پالتا ہے حتیٰ کہ وہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔ (مکاشفۃ القلوب:422)

(مکاشفۃ القلوب:422) میں طبرانی کی روایت منقول ہے:

صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا، جب بندہ خدا صدقہ کرنے کے لئے ہاتھ آگے بڑھاتا ہے تو وہ صدقہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں آجاتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمالیتا ہے اور سائل کے ہاتھ میں پہنچنے سے پہلے ہی اس صدقہ کی بدولت اللہ تعالیٰ بندے سے راضی ہو جاتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ صدقہ کی بدولت بری موت کے ستر دروازے بند فرمادیتا ہے، ایک حدیث میں ہے کہ لوگوں کے درمیان فیصلے ہونے تک ہر آدمی اپنے صدقے کے سائے میں ہوگا، ایک اور حدیث میں ہے کہ جب بندہ صدقہ کی کوئی چیز بھی نکالتا ہے تو اس سے شیطان کے ستر جبڑے ٹوٹ جاتے ہیں۔ (مسند احمد، مکاشفۃ:423)

کون سا صدقہ افضل؟

عرض کیا گیا یا رسول اللہ! کون سا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا کہ غریب آدمی کا محنت کر کے صدقہ کرنا اور صدقہ ان لوگوں سے شروع کرنا جن کی کفالت تمہارے ذمے ہے۔ (مکاشفۃ القلوب:423)

ایک اور روایت میں ہے: (تنبیہ الغافلین:304)

حضرت ابوذر روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم نے فرمایا کہ نماز دین کا ستون ہے اور جہاد عمل کی کوہان ہے اور صدقہ تو عجیب شیء ہے، صدقہ تو حیران کن چیز ہے، صدقہ تعجب میں ڈالنے والا کام ہے، پھر پوچھا گیا کہ سب سے بہتر صدقہ کونسا ہے؟ فرمایا وہ صدقہ جو زیادہ سے زیادہ کیا جائے، پھر آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

[لن تنالو البر حتیٰ تنفقو مما تحبون] (آل عمران:92)

''تم ہرگز کامل نیکی کو نہیں پہنچ سکتے یہاں تک کہ اپنی پسندیدہ چیز کو خرچ کرے۔''

دس پسندیدہ امور

حضرت ابو اللیث سمرقندی فرماتے ہیں کہ تھوڑا بہت صدقہ ضرور کیا کرو کیونکہ اس میں دس

پسندیدہ امور ہیں، پانچ کا تعلق دنیا سے جبکہ پانچ کا تعلق آخرت سے۔

دنیا والے پانچ مستحسن امور یہ ہیں:

(۱): مال کی پاکیزگی: جیسا کہ سرکار دوعالم نے فرمایا کہ خرید وفروخت میں جھوٹ اور لغو باتوں کی آمیزش کو صدقہ سے ختم کرو۔ (سنن نسائی:3738)، (ابن ماجہ:2145)

(۲): جسم کا پاک ہوجانا: جیسا فرمان باری تعالیٰ ہے۔ [**خذ من اموالھم صدقة تطھرھم و تزکیھم بھا**]

(۳): امراض و مصائب کا خاتمہ: جیسا کہ آقا کریم نے فرمایا کہ اپنے مرضوں کا علاج صدقہ سے کرو۔

(۴): مساکین کو خوش کرنا: کیونکہ مومن کو خوش کرنا افضل عمل ہے۔

(۵): مال میں برکت اور رزق میں وسعت ہوتی ہے۔

پانچ اخروی امور یہ ہیں:

(۱): صدقہ: صدقہ کرنے والے شخص پر شدت حرارت کے دن سایہ کناں ہوگا۔

(۲): حساب کتاب میں آسانی کا باعث ہوگا۔

(۳): میزان عمل کو بھاری کرے گا۔

(۴): پل صراط پر سے گزرنا آسان ہوگا۔

(۵): جنت میں درجات میں اضافہ ہوگا۔

صدقہ دافع بلا ہے

(تنبیہ الغافلین:313) میں منقول ہے:

''حضرت عائشہ صدیقہ ایک دن بیٹھی ہوئی تھیں کہ ایک عورت حاضر ہوئی جس نے اپنا ہاتھ آستین میں ڈال رکھا تھا، آپ نے فرمایا کہ اسے باہر کیوں نہیں نکالتے، کہنے لگی، اے مومنوں کی ماں! نہ ہی پوچھو تو بہتر ہے، آپ نے فرمایا کہ اب تجھے ضرور بتانا ہوگا، کہنے لگی، میرے والدین میں میرا باپ صدقہ کرنا پسند کرتا تھا جبکہ میری ماں اسے ناپسند کرتی تھی سوائے روٹی کے ٹکڑے یا پرانے کپڑے کے اسے میں نے کوئی چیز صدقہ کرتے نہ دیکھا، جب وہ اس دنیا سے چلے گئے تو میں نے خواب میں دیکھا

کہ میدان قیامت ہے جس میں میری ماں کھڑی ہے، اس کے جسم پر وہی پرانا کپڑا ہے جبکہ ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا ہے جسے وہ چاٹ رہی ہے اور پیاس پیاس کی آوازیں لگا رہی ہے جبکہ والد محترم کو حوض کوثر کے کنارے پانی پیتے دیکھا، میرے باپ کو پانی پلانے سے بڑھ کر کوئی اور چیز محبوب نہ تھی، میں نے وہاں سے ایک پیالہ لے کر والدہ کو پلایا تو اوپر سے آواز آئی کہ خبردار جس نے اس کو پانی پلایا اس کا ہاتھ شل ہو جائے گا۔

اٹھائیس رمضان

رزق حلال

الحمد للّٰہ رب العلمین و الصلوٰۃ و السلام علی سید المرسلین امابعد!

﴿ یایھا الذین امنوا کلوا من طیبت ما رزقنکم ﴾ (پارہ:2البقرہ)

صدق اللّٰہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم ۔

محترم قارئین!

اپنے اور اپنے اہل وعیال کی کفالت کے لئے بقدرِضرورت رزقِ حلال کمانا فرض اور عظیم عبادت ہے جسے جہاد میں شمار کیا گیا ہے اور یہ راہِ دین کی بے شمار عبادات سے افضل ہے۔

خود رب ذوالجلال نے ایمان والوں کے حکم ارشاد فرمایا:

[یایھا الذین امنوا کلوا من طیبت ما رزقنکم] (پارہ:2البقرہ)

(صحیح مسلم) میں ایک روایت موجود ہے:

[عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ ! ان اللّٰہ طیب لایقبل الا طیبا ان اللّٰہ امر المومنین بما امر بہ المرسلین فقال تعالیٰ: یایھاالرسل کلوا من الطیبت واعملوا صالحا وقال تعالیٰ یایھاالذین امنوا ، ثم ذکر الرجل یطیل السفر اشعث اغبر یمد یدیہ الی السماء یارب یارب ومطعمہ حرام ومشربہ حرام وملبسہ حرام وغذی بالحرام فانّٰی یستجاب لذلک]

''حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ پاک مال ہی قبول فرماتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو وہی حکم دیا جو رسولوں کو دیا تھا، پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے رسولو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ایمان والو! پھر آپ نے ایک ایسے شخص کا ذکر کیا جو لمبا سفر کرتا ہے، اس کے بال غبار آلود ہیں، وہ اپنے ہاتھوں کو پھیلاتا ہے

آسمان کی طرف اور یہ کہتا ہے کہ اے رب! اے رب! حالانکہ اس کا کھانا بھی حرام، پینا بھی حرام، لباس بھی حرام، غذا بھی حرام تو اس کی دعا کیسے قبول کی جائے گی۔''

اس حدیث مبارک سے یہ بات واضح ہوگئی کہ رزق حلال ایسی عبادت ہے کہ اللہ تعالی نے رسولوں کو بھی اس کا حکم دیا اور امت محمدیہ کو بھی حکم صادر فرمایا، پھر دوسری بات یہ بھی ثابت ہوئی کہ جو رزق حرام کماتا اور کھاتا ہے اس کی کوئی دعا قبول نہ ہوگی کیونکہ رب خود بھی پاک ہے اور پاکیزہ مال ہی قبول فرماتا ہے۔ (طبرانی)

[طلب الحلال واجب علی کل مسلم]

یعنی ہر مسلمان پر رزق حلال کی تلاش فرض ہے۔

محترم قارئین!

جو شخص گھر کا سربراہ ہے مثلاً والد، چچا، بھائی وغیرہ تو ان کے لئے ضروری ہے کہ اپنے زیر کفالت افراد کو رزق حلال کما کر کھلائیں ورنہ گناہ گار ہوگا، بے شمار احادیث مبارکہ ہیں جن میں آقا کریم نے رزق حلال کمانے کی فضیلت وعظمت کو بیان فرمایا۔

(کیمیائے سعادت) میں ہے:

سرکار مدینہ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص لگاتار حلال روزی کماتا ہے اور حرام کے لقمہ کی آمیزش نہیں ہونے دیتا تو اللہ تعالی اس کے دل کو اپنے نور سے روشن فرماتا ہے اور حکمت کے چشمے اس کے دل سے جاری ہو جاتے ہیں۔

(تنبیہ الغافلین) میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم نے فرمایا کہ جو شخص اس لئے حلال کمائی کرتا ہے کہ سوال کرنے سے بچے، اہل وعیال کے لئے کچھ حاصل کرے اور پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرے تو وہ قیامت کے دن اس طرح اٹھے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا ہوگا اور جو شخص حلال کمائی بکثرت مال جمع کرنے کے لئے، دوسرے پر فخر اور بڑائی حاصل کرنے کیلئے کرتا ہے تو وہ قیامت کے دن اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالی اس سے ناراض ہوگا۔

(سنن ترمذی) میں ہے:

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو کھاتے ہو اس میں سے سب

سے پاکیزہ وہ ہے جو تمہارے کسب سے حاصل ہے،اس کی تائید میں حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کا ذکر کرنا انتہائی مفید ہوگا۔

(تنبیہ الغافلین: 437) میں ہے:

حضرت داؤد علیہ السلام حلیہ بدل کر شہر کا چکر لگاتے اور لوگوں سے اپنی عادات کے بارے میں پوچھتے ،ایک دن حضرت جبرائیل انسانی شکل میں سامنے آتے ہیں،آپ پوچھتے ہیں،اے نوجوان تیری داؤد کے بارے میں کیا رائے ہے؟انہوں نے کہا کہ ہے تو بہت بھلا آدمی مگر ایک عادت ہے اس میں،پوچھا وہ کیا؟بولے وہ مسلمانوں کے بیت المال سے کھاتے ہیں حالانکہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے بڑھ کر اللہ کو کوئی محبوب نہیں،آپ روتے آہ وزاری کرتے عبادت گاہ میں بیٹھے،عرض کرتے ہیں،الٰہی! مجھے کوئی ایسا پیشہ سکھادے جس کی بنا پر میں مسلمانوں کے مال سے مستغنی ہوجاؤں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو زرہیں بنانے کا طریقہ سکھایا اور لوہا آپ کے ہاتھوں میں اتنا نرم فرمادیا جیسے آٹا،آپ جب فیصلوں اور گھریلو کاموں سے فراغت پاتے تو زرہیں بنا کر بیچتے اور گھر والوں کا خرچ چلاتے۔

محترم قارئین!

ایک شخص زمانہ رسالت میں بھیک مانگتا تھا،آپ نے اس سے پوچھا کہ کیا تیرے گھر میں کوئی چیز ہے؟عرض کیا آقا ہمارے گھر میں ایک ٹاٹ کا ٹکڑا ہے جس کا کچھ حصہ جل چکا ہے اور ایک پیالہ ہے جس میں ہم کھاتے پیتے ہیں،آپ نے فرمایا کہ دونوں چیزیں میرے پاس لاؤ،وہ لایا تو سرکار مدینہ نے ہاتھ میں پکڑ کر فرمایا کہ انہیں کون خریدتا ہے؟ایک شخص نے کہا کہ آقا!ایک درہم کے بدلے خریدتا ہوں،حضور نے پھر دومرتبہ فرمایا کہ کیا کوئی شخص ایک درہم سے زائد دینے کو تیار ہے،ایک شخص نے عرض کیا کہ میں دو درھم کے عوض خریدتا ہوں۔

آپ نے وہ دونوں چیزیں اسے دیں اور دو درہم وصول کرکے اس شخص کو دیے اور فرمایا کہ ایک درہم کا کھانا گھر لے جاؤ اور ایک درہم کا کلہاڑا لے کر ادھر آنا،جب وہ آیا تو سرکار مدینہ نے اسے لکڑی تھماتے ہوئے فرمایا کہ جاؤ لکڑی کاٹو اور بیچو اور ہاں! پندرہ دنوں تک تجھے میں نہ دیکھوں،وہ چلا گیا،دس درہم کمالئے،کچھ کا کھانا لیا،کچھ کے کپڑے،پھر سرکار نے فرمایا یہ تیرے لئے بہتر ہے،اس بھیک سے جس کا داغ تو بروز قیامت لاتا جسے صرف آگ مٹاتی۔ (ابوداؤد 1641،ابن ماجہ)

اہل وعیال کے لئے کمانا جہاد ہے

(الترغیب والترہیب طبرانی) میں ہے:

حضرت کعب بن عجرہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اکرم کے پاس سے ایک آدمی گذرا صحابہ کرام نے دیکھا کہ وہ رزق کے حصول میں متحرک ہے اور پوری دلچسپی سے کام کررہا ہے تو صحابہ کرام نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! اگر اس کی یہ دوڑ دھوپ اور دلچسپی اللہ کی راہ میں ہوتی تو کتنا اچھا ہوتا؟ حضور نے فرمایا کہ اگر یہ اپنے چھوٹے بچوں کی پرورش کے لئے دوڑ دھوپ کررہا ہے تب بھی یہ اللہ کی راہ میں شمار ہوگا اور اگر بوڑھے والدین کی خدمت کے لئے کوشش کررہا ہے تو بھی یہ فی سبیل اللہ ہی شمار ہوگا اور اگر اپنی ذات کے لئے کوشش کررہا ہے اور مقصد یہ ہے کہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلانے سے بچارہے تو بھی اس کی کوشش فی سبیل اللہ ہے البتہ اگر اس کی یہ محنت زیادہ مال حاصل کرکے لوگوں کو دکھانے کے لئے ہے تو یہ ساری محنت شیطان کی راہ میں ہے۔

محترم قارئین!

مومن کی پوری زندگی عبادت ہے اور اس کا ہر کام باعث اجر وثواب ہے جبکہ یہ سارے کام سنت کے مطابق ہوں، اسلام میں زہد وتقوی اور عبادت کا جو وسیع تصور ہے، وہ اس حدیث سے بخوبی واضح ہوجاتا ہے، ایک دوسری حدیث میں حضور نے فرمایا کہ مومن آدمی اپنی ذات، اپنی بیوی، اپنے بچوں اور مسلمانوں پر جو کچھ خرچ کرتا ہے تو وہ سب صدقہ اور عبادت ہے جس پر اسے اجر ملے گا۔

محترم قارئین!

اللہ عزوجل کے نیک بندے اللہ کی عطاء سے بہت کچھ کرسکتے ہیں، انہیں بسا اوقات دست غیب سے بھی رزق حاصل ہوتا ہے مگر پھر بھی سنت ادا کرنے کے لئے کسب حلال کے لئے جدوجہد کرتے ہیں۔

(احیاء العلوم) میں ہے: حضرت سیدنا امام اوزاعی نے حضرت سیدنا ابراہیم بن ادہم کو دیکھا کہ لکڑیوں کا گٹھا گردن پر اٹھائے ہیں پوچھا کہ آپ کا یہ کسب کب تک ہوگا؟ آپ کے بھائی آپ کے اس رنج وتکلیف کو دور کرسکتے ہیں فرمایا کہ چپ رہو کہ حدیث شریف میں ہے کہ جو کوئی کسب حلال کے لئے ذلیل جگہ کھڑا ہو اس کے لئے جنت واجب ہوجاتی ہے۔

محترم قارئین!

حلال روزی کمانے میں شرمانا کیسا؟ دنیا کی شرم کی وجہ سے ظاہری گھٹیا کاروبار یا مزدوری چھوڑ کر لوگ اسمگلنگ یا سودی کاروبار میں مصروف ہوجاتے ہیں، اب بظاہر وہ دنیا میں تو بہت معزز نظر آتے ہیں مگر دنیا کی یہ ظاہری عزت آخرت میں بہت مہنگی پڑے گی۔

(تنبیہ الغافلین) میں ہے:

ایک دانا سے پوچھا گیا کہ بہترین کمائی کیا ہے؟ فرمایا کہ دنیا کی بہترین کمائی تو کسب حلال ہے تا کہ ضرورت پوری ہوجائے، عبادت کے لئے تیاری اور زائد از ضرورت قیامت کے لئے زادراہ ہے اور آخرت کی بہترین کمائی وہ علم ہے جس پر عمل کیا جائے، پوچھا گیا کہ بری کمائی کیا ہے؟ فرمایا کہ دنیا کی بری کمائی حرام مال ہے جسے تو نے جمع کیا اور نافرمانی کے امور میں خرچ کیا اور آخرت کی بری کمائی وہ حق بات ہے جس کا تو نے حسد کی بنا پر انکار کیا۔

محترم قارئین!

آپ نے رزق حلال کی برکات ملاحظہ فرمائیں کہ رزق حلال کمانا انبیاء کرام، آقا کریم، صحابہ کرام، تابعین و آئمہ دین کی سنت مبارکہ ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں رزق حلال کی برکتوں سے مالا مال فرمائے۔ امین بجاہ النبی الکریم الامین!

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

انتیس رمضان

مذمت غیبت

حمدا لک یاذاالفضل والاحسان وصلوۃ وسلاما علی سید الاکرام ،اما بعد!

﴿ولا یغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرھتموہ﴾

[الحجرات: ۱۲]

محترم قارئین!

جو آیت کریمہ تلاوت کی گئی ،اس کے شان نزول کے بارے فقیہ ابواللیث سمرقندی [تنبیہ الغافلین:۱۶۰] میں حضرت ابن عباس سے نقل فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ دو صحابہ کرام کے بارے نازل ہوئی ،واقعہ اس طرح ہوا کہ سرکار مدینہ دو مالداروں کے ساتھ ایک نادار کو سفر میں ملا دیتے تاکہ ان کے ساتھ وہ کھانا کھاتا رہے اوران کے ٹھکانے کی تلاش وتیاری وغیرہ کابندوبست کرے،حضرت سلمان کو دو آدمیوں کے ساتھ ملایا،ایک دن ایک جگہ انہوں نے پڑاؤ ڈالا لیکن حضرت سلمان نے ان کیلئے کچھ تیار نہ کیا،انہوں نے کہا کہ جاکر سرکار مدینہ سے ہمارے لئے کچھ بچا کھچا سالن مانگ لاؤ، جب وہ چلے گئے تو ان کی عدم موجودگی میں ایک ساتھی نے دوسرے سے کہا کہ اگر وہ فلاں کنوں تک جائے تو اس کا پانی بھی کم پڑ جائے (یعنی ان کے نزدیک حضرت سلمان زیادہ کھانے والے تھے)۔

حضرت سلمان بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور سالن کے متعلق عرض کیا تو حضور نے فرمایا کہ انہیں کہو کہ تم سالن کھا چکے ہو،حضرت سلمان نے انہیں آکر بتایا تو وہ خود حضور کے پاس حاضر ہوکر عرض گزار ہوئے کہ ہم نے سالن نہیں کھایا سرکار مدینہ نے فرمایا کہ مجھے تمہارے مونہوں میں گوشت کے سرخ ذرات نظر آرہے ہیں،انہوں نے عرض کیا کہ آقا! نہ تو ہمارے پاس آج کچھ تھا اور نہ ہی آج ہم نے گوشت کھایا ہے،اس بات پر سرکار مدینہ نے یوں پردہ اٹھایا کہ تم نے اپنے بھائی کی غیبت کی ہے،کیا تم مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتے ہو،عرض کی کہ نہیں،آپ نے ارشاد فرمایا کہ جیسے تم مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند نہیں کرتے ،اسی طرح غیبت بھی نہ کیا کرو کیونکہ جس نے غیبت کی اس نے گوشت کھایا تو اس موقع پر مذکورہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

غیبت کسے کہتے ہیں؟

اس بارے ایک حدیث مبارک ملاحظہ فرمائیں جس کو حضرت ابو ہریرہ نے روایت کیا ہے:

﴿ان رسول اللہ قال : اتدرون ماالغیبة ؟ قالوا ،اللہ ورسوله اعلم ! قال: ذکرک اخاک بمایکره ،قیل :افرایت ان کان فی اخی مااقول؟قال : ان کان فیه ماتقول فقد اغتبته وان لم یکن فیه ماتقول فقد بهته﴾

[صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، مشکوۃ:۴۱۱]

"رسول اکرم نے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے تو حضور نے فرمایا کہ تیرا اپنے بھائی کی ناپسندیدہ بات بیان کرنا ،عرض کیا گیا کہ اگر وہ برائی میرے بھائی میں ہو تو کیا حکم ہے؟ فرمایا کہ اگر وہ برائی اس میں ہے تو یہ غیبت ہے اور اگر وہ برائی اس میں نہیں تو یہ بہتان ہے۔"

غیبت کی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے سیدنا امام غزالی نے [کیمیائے سعادت:۴۶۹] میں فرمایا ہے کہ" جاننا چاہئے کہ غیبت وہ ہے جو کوئی بات کسی شخص کی عدم موجودگی میں کہی جائے اور وہ بات ایسی ہو کہ اگر اس کی موجودگی میں کرتے تو اسے ضرور اس سے کراہت پیدا ہوتی۔

جس بات کا نتیجہ کسی عیب کی طرف ہو تو اسے غیبت کہتے ہیں اگرچہ تو ایسی بات اس کی نسبت، لباس، جانور، گھر، کردار، جسم اور گفتار وغیرہ ہی کے بارے ہو۔

کسی کے بدن کے بارے یہ کہنا کہ فلاں آدمی لمبا کالا ہے زرد ہے اور نسب کے بارے یہ کہنا کہ فلاں شخص غلام کا بچہ ہے یا فلاں گھٹیے خاندان سے متعلق ہے اور سیرت کے بارے یہ کہنا کہ فلاں بدزبان یا متکبر ہے یا بزدل اور عاجز ہے اور افعال کے بارے یہ کہنا کہ فلاں جھوٹا ،خائن اور بے نمازی ہے یا یہ کہ قرآن غلط پڑھتا ہے، کپڑے صاف نہیں پہنتا، زکوۃ نہیں دیتا یا زبان چلاتا ہے، بہت کھاتا ہے، بہت سوتا ہے یا لباس کے بارے کہنا کہ ڈھیلی آستین والا ہے یا اسکا دامن بہت لمبا یا لباس بہت میلا کچیلا ہے، یہ سب غیبت ہیں۔

اس بات کی دلیل ایک حدیث مبارک میں ملتی ہے جس کو سیدہ عائشہ نے روایت فرمایا ہے:

آپ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک عورت کے بارے کہا کہ وہ پست قد ہے تو حضور نے فرمایا کہ تم نے غیبت کی ہے، تھوک دو، جب میں نے تھوکا تو منہ سے سیاہ خون کا لوتھڑا نکلا۔[کیمیائے سعادت]

غیبت کی چار صورتیں

حضرت فقیہ ابو اللیث سمرقندی فرماتے ہیں کہ غیبت کی چار صورتیں ہیں.

ایک صورت میں کفر، ایک میں منافقت، ایک میں گناہ اور ایک میں مباح ہے یعنی جس پر کوئی اجر نہ ہو، کفر والی صورت مسلمان کی غیبت ہے، وہ اس طرح کہ اسے کہا جائے کہ غیبت نہ کرو تو وہ کہے کہ یہ غیبت نہیں بلکہ میں سچ بول رہا ہوں تو اس طرح گویا اس نے اللہ کی حلال کردہ چیز کو حلال کیا ہے اور ایسا شخص نعوذ باللہ! کافر ہے، نفاق والی صورت یہ ہے کہ انسان کسی کی غیبت کرے لیکن اس کے جاننے والے کے سامنے اس کا نام نہ لے تو یہ غیبت کر رہا ہے اور گمان یہ کر رہا ہے کہ وہ پرہیز گاری کر رہا ہے تو یہ منافقت ہے، گناہ والی صورت یہ ہے کہ انسان کسی کی غیبت کرے اور اس کا نام بھی لے اور پتہ ہو کہ یہ گناہ کا کام ہے تو ایسا شخص گناہگار ہے، توبہ کرے، مباح والی صورت یہ ہے کہ ایسا فاسق جس کے فسق کا ہر شخص کو پتہ ہے یا بدعتی شخص ہے تو ان کی غیبت مباح ہے جیسا کہ حضور نے فرمایا کہ بدکار کا تذکرہ کیا کرو تا کہ لوگ اس سے محتاط رہیں۔

محترم قارئین!

غیبت کی پہلی تین صورتوں سے بچنا لازمی ہے، قرآن وسنت میں اس سے بچنے کی سخت تاکید فرمائی گئی ہے، آیئے چند احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں.

[۱]: رسول اکرم نے فرمایا کہ ﴿ایاکم والغیبة فان الغیبة اشد من الزنا﴾ انسان زنا کر کے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالی اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے مگر غیبت کرنے والے کی مغفرت اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک وہ انسان معاف نہ کرے جس کی غیبت کی گئی ہے۔

مزید ارشاد فرمایا کہ جو شخص لوگوں کی غیبت کرتا ہے، اس کی مثال ایسے ہے جیسے کسی نے منجنیق گاڑ دی اور اس کے ساتھ دائیں بائیں پتھر پھینک رہا ہے، اسی طرح غیبت کرنے والا اپنی نیکیوں کو دوسروں کی طرف پھینکتا ہے۔

[مکاشفۃ القلوب:۱۳۸، مشکوۃ المصابیح:۴۱۱]

[۲]: حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ حضور کے زمانہ میں غیبت کی بدبو فوراً ظاہر ہو جاتی تھی کیونکہ غیبت بہت کم ہوتی تھی مگر اس زمانے میں غیبت بہت زیادہ ہو چکی ہے، ناک غیبت کی بدبو سے بھرے ہوئے ہیں، لہذا اس کی بدبو محسوس نہیں ہوتی۔

[مکاشفۃ القلوب:۱۳۷]

حضرت کعب احبار فرماتے ہیں کہ میں نے ایک کتاب میں پڑھا ہے کہ جو غیبت سے توبہ کرتے ہوئے مرے وہ جنت میں جانے والوں میں سے سب سے آخری بندہ ہوگا اور جو غیبت کرتے ہوئے مر جائے تو دوزخ میں جانے والوں میں وہ سب سے پہلے دوزخ میں جائے گا۔

[مکاشفۃ القلوب:۱۴۲]

﴿قال رسول اللّٰہ : من اغتاب اخاہ المسلم حول اللّٰہ وجھہ الی دبرہ یوم القیمۃ﴾

[مکاشفۃ القلوب:۱۴۳]

”رسول اکرم نے فرمایا کہ جس نے اپنے مسلمان بھائی کی غیبت کی تو اللہ تعالیٰ بروز قیامت اس کے چہرے کو اس کی پیٹھ کی طرف پھیر دے گا۔“

آقا کریم نے فرمایا کہ غیبت سے بچو کہ اس میں تین آفتیں ہیں.
اس کی دعا قبول نہیں ہوتی، اس کی کوئی نیکی قبول نہیں ہوتی، اس پر گناہ در گناہ جمع ہوتے ہیں.

[مکاشفۃ القلوب:۱۳۹]

محترم قارئین!

غیبت کرنے والا شخص اپنی نیکیوں سے محروم ہو جاتا ہے اور جس کی غیبت کی گئی ہو وہ اس کی نیکیوں کا مالک بن جاتا ہے۔

حضرت ابو امامہ باہلی فرماتے ہیں کہ ایک شخص کو بروز قیامت نامۂ اعمال دیا جائے گا تو اسے اس میں ایسی نیکیاں نظر آئیں گی جو اس نے نہیں کی ہوں گی، عرض کرے گا کہ اے میرے پروردگار! یہ نیکیاں کہاں سے آئیں؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ وہ نیکیاں ہیں جو لوگ تیری غیبت کرتے تھے اور تجھے پتہ نہیں ہوتا تھا۔

[تنبیہ الغافلین:۱۶۱]

حضرت حسن بصری کو ایک شخص نے بتایا کہ فلاں نے آپ کی غیبت کی ہے؟ آپ نے تازہ کھجوروں کا ایک تھال انہیں اس پیغام کے ساتھ بھیجا کہ مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ نے مجھے اپنی نیکیوں کو تحفہ بھیجا ہے، اسلئے میں نے اس کا بدلہ دینے کا سوچا لیکن یہ معذرت بھی قبول کرلو کہ میں آپ کا پورا پورا بدلہ نہیں دے سکا۔

عید الفطر یوم تشکر

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد!

﴿قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذلک فلیفرحوا﴾

محترم قارئین!

اسلام میں رمضان المبارک دینی اور روحانی حیثیت سے سال کے تمام مہینوں میں سب سے مبارک ومحترم اورمقدس وبابرکت مہینہ ہے، یہ پوراماہ مبارک خواہشات کی قربانی، عظیم مجاہدے، صبر وضبط، عبادت ومناجات، احتساب وتزکیہ نفس اورنیکیوں کاموسم بہار ہے۔

رمضان المبارک کی اسی دینی اورروحانی عظمت واہمیت کے پیش نظر ضروری تھا کہ اس ماہ مبارک کے اختتام پر جودن آئے، ایمانی اوردینی برکتوں کے لحاظ سے وہی سب سے زیادہ اس کا متقاضی ہے کہ اسے امت مسلمہ کے جشن ومسرت کادن اوردینی وملی تہوار قرار دیا جائے، چنانچہ اسی عظمت واہمیت کے پیش نظر اس دن کو"عید الفطر" قرار دیا گیا۔

عید الفطر درحقیقت پروردگار عالم کی طرف سے اہل ایمان کیلئے پروانہ مغفرت اورانعام واکرام کا اعلان ہے، یہ کائنات کے پالنہار اللہ عزوجل کی میزبانی اوراس کے عبادت گزار متقی وپرہیز گار بندوں کی مسرت وشادمانی کادن ہے۔

عید الفطر اسلامی تہذیب وثقافت، مسلم امہ کے اتحادواجتماعیت ،اسلام کی اعلیٰ اقدار اورعظیم دینی وملی روایات کی علامت ہے، تہذیب وشائستگی کایہ جشن مسرت، مسلمانوں کے دینی ومذہبی تشخص کا مظہر ہے۔

عید الفطر روح کی لطافت ،قلب کے تزکیہ، بدن ولباس کی طہارت اورمجموعی شخصیت کی نفاست کیساتھ بصد عجز وانکسار رُوبہ غایت خشوع وخضوع تمام مسلمانوں کا اسلامی اتحادواخوت کے جذبے سے سرشار ہوکر اللہ رب العزت کی بارگاہ میں سجدہ بندگی اورنذرانہ شکر بجالانے کانام عید ہے۔

انسانی فطرت کا تقاضا

سال میں چند ایام جشن ،تہوار اورعید کے طور پر دنیا کی تمام اقوام وملل اورمذاہب میں منائے جاتے ہیں ، یہ الگ بات ہے کہ ہرقوم ،مذہب وملت کے لوگ اپنے ایام عید کواپنے اپنے عقائد ،تصورات

،روایات اورثقافتی اقدار کے مطابق مناتے ہیں لیکن اس سے یہ حقیقت ضرور واضح ہو جاتی ہے کہ تصور عید انسانی فطرت کا تقاضا اور انسانیت کی ایک قدر مشترک ہے،مسلمان چونکہ اپنی فطرت ،عقائد ونظریات اور ملی اقدار کے لحاظ سے دنیا کی تمام اقوام سے منفرد وممتاز ہے۔

اسلئے اس کا عید منانے کا انداز بھی سب سے نرالا ہے،دوسری اقوام کی عید کی محافل رقص وسرور بپا کرنے،دنیا کی رنگینیوں اور رعنائیوں میں کھو جانے ،بدمستیوں میں ڈوب جانے ،نفسانی خواہشات اور سفلی جذبات کو فروغ دینے کا نام ہے،جبکہ اس کے برعکس اسلام میں روح کی لطافت،قلب کے تزکیے اور بدن ولباس کی طہارت کا نام عید ہے۔

لفظ عید کی وجہ تسمیہ

عید کا لفظ ’’عود‘‘ سے ماخوذ ہے جس کے معنی لوٹنے کے ہیں، چونکہ یہ دن مسلمانوں پر بار بار لوٹ کر آتا ہے،اسلئے اسے عید کہتے ہیں۔

ابن عربی کے مطابق عید کو عید اسلئے کہتے ہیں کہ یہ دن ہر سال مسرت کے ایک نئے تصور کے ساتھ لوٹ کر آتی ہے،علامہ شامی نے لکھا ہے کہ مسرت اور خوشی کے دن کو عید نیک شگون کے طور پر کہا جاتا ہے تاکہ یہ دن ہماری زندگی میں بار بار لوٹ کر آئے۔

چونکہ اللہ تعالی اس دن اپنے مقبول اور عبادت گزار بندوں پر اپنی ان گنت نعمتیں اور برکتیں لوٹاتا ہے،اسلئے اسے عید کہتے ہیں۔

عید اور قرآن مجید

قرآن مجید میں سورہ مائدہ:۱۱۴ میں حضرت عیسٰی کی ایک دعا کے حوالے سے عید کا ذکر موجود ہے:

﴿ ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء تکون لنا عیدا لاولنا واخرنا ﴾

’’اے ہمارے رب! ہم پر آسمان سے دسترخوان نازل فرما، وہ ہمارے اگلوں اور پچھلوں کیلئے عید کا دن ہو جائے۔‘‘

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ کسی قوم کی خوشی اور مسرت کے دن کو قرآن نے عید کے عنوان سے ذکر کیا اور جو دن کسی قوم کیلئے اللہ کی کسی خصوصی نعمت کے نزول کا دن ہو، وہ اس دن کو اپنا یوم عید کہہ سکتی ہے۔

اسلام میں عید کا آغاز

یہ مبارک وپر مسرت روز سعید سن عیسوی کے مطابق ۲۷ مارچ ۶۲۴ء بمطابق یکم شوال ۲ھ سے منایا

جارہا ہے، اسلامی تاریخ میں سب سے پہلے خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے عید الفطر کا پُر مسرت دینی وملی تہوار صحابہ کرام کے ہمراہ مدینہ منورہ سے باہر عید گاہ میں نماز عید کی ادائیگی کے بعد مدینے میں منایا۔

ابن حبان کی روایت کے مطابق ۲ھ میں کفر و اسلام کے مابین تاریخ ساز معرکہ غزوہ بدر کی انقلاب انگیز اور تاریخ ساز فتح کے بعد جب سرکار دو عالم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس واقعہ کے ۸ دن بعد عید الفطر منائی گئی، اسلام کی یہ پہلی عید سعید جنگ بدر کی فتح مبین کے بعد منائی گئی۔

چشم تصور سے دیکھئے، کتنی پر مسرت اور خوشگوار تھی یہ عید سعید، جس کی سعادت اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے سر پر فتح و افتخار کا تاج رکھنے کے بعد عطا فرمائی اور کتنا ایمان افروز ہوگا اس پہلی نماز عید کا دلکش منظر جسے صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تکبیر وتحمید، تسبیح وتہلیل کی ایمان افروز صدائیں بلند کرتے ہوئے مدینہ منورہ سے باہر جا کر عید گاہ میں ادا کیا تھا۔

عام معافی کا اعلان

اللہ تعالیٰ کا کرم بالائے کرم کہ اس نے عید الفطر کی نعمت عظمیٰ سے سرفراز فرمایا، اس عید سعید کی بے حد فضیلت قرار دی گئی۔

حضرت ابن عباس سے ایک روایت ہے کہ جب عید الفطر کی مبارک رات تشریف لاتی ہے تو اسے لیلۃ الجائزہ یعنی انعام کی رات کے نام سے پکارا جاتا ہے، جب عید کی صبح ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے معصوم فرشتوں کو تمام شہروں میں بھیجتا ہے چنانچہ وہ فرشتے زمین پر تشریف لا کر سب گلیوں اور راہوں کے سروں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس طرح ندا دیتے ہیں:

"اے امت محمدیہ! اس رب کریم کی بارگاہ کی طرف چلو جو بہت ہی زیادہ عطا کرنے والا اور بڑے سے بڑے گناہ کو معاف کرنے والا ہے، پھر آخر میں ہے کہ، پس اپنے گھروں کی طرف مغفرت یافتہ لوٹ جاؤ، تم نے مجھے راضی کیا اور میں تم سے راضی ہو گیا۔ [الترغیب والترہیب:۲/۶۰، رقم:۲۹]

شیطان کی بدحواسی

حضرت سیدنا وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ جب بھی عید آتی ہے، شیطان چلا چلا کر روتا ہے، اس کی بدحواسی دیکھ کر تمام شیاطین اس کے گرد جمع ہو کر پوچھتے ہیں کہ اے آقا! آپ غضبناک اور اداس کیوں ہیں؟ وہ کہتا ہے کہ ہائے افسوس! اللہ تعالیٰ نے آج کے دن امت محمدیہ کو بخش دیا ہے، لہذا تم انہیں لذات اور نفسانی خواہشات میں مشغول کر دو۔ [مکاشفۃ القلوب:۳۰۸]

یوم عید انعام ملنے کا دن

حضرت انس سے روایت ہے:

﴿ فاذا کان یوم عیدھم یعنی یوم فطرھم باھی بھم ملائکته فقال یا ملائکتی !ماجزاء اجیر وَفّی عمله قالواربنا جزاؤ ہ ان یوفی اجرہ ،قال ملائکتی عبیدی وامائی قضوا فریضتی علیھم ثم خرجوا یعجون الی الدعاء وعزتی وجلالی وکرمی وعلوی وارتفاع مکانی لا جیبنھم فیقول :ارجعوا قد غفرت لکم وبدلت سیاتکم حسنات قال:فیرجون مغفورا لھم ﴾ [مشکوۃ:۱۸۲]:[بیہقی]

”پس جب عید الفطر کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالٰی فرشتوں کے سامنے فخر کا اظہار فرماتا ہے اور کہتا ہے کہ اے میرے فرشتو! اس مزدور کا کیا بدلہ جس نے اپنی مزدوری کر دی، انہوں نے کہا کہ اے ہمارے رب! ان کو پورا پورا اجر دیا جائے، اللہ تعالٰی فرمائے کہ اے میرے فرشتو! میرے بندوں نے میرا فرض ادا کر دیا ہے ، پھر وہ دعا کیلئے نکلے ہیں اور مجھے میری عزت ،جلال ،کرم، بلندی اور مرتبے کی قسم کہ میں ضرور ان کی دعا قبول کروں گا، پس اللہ تعالٰی فرمائے گا کہ میں نے تمھیں بخش دیا اور میں تمہارے گناہوں کے بدلے نیکیاں لکھ دیں، راوی کہتے کہ وہ بخشے ہوئے واپس جائیں گے۔“

محترم قارئین!

عید کا دن ہر لحاظ سے خوشی اور مسرت کا دن ہے، خوشی کا اظہار مختلف طریقوں سے کیا جاتا ہے، مثلا خوبصورت لباس زیب تن کرنا، اچھے اچھے کھانے پکانا اور کھانا، اس کے علاوہ اپنے دوست احباب کو گفٹ دینا بھی خوشی کا اظہار ہے، بچوں کیلئے خوشی کے سامان کا اہتمام کرنا بھی اظہار خوشی کے زمرے میں آتا ہے، گویا عید کا دن جشن مسرت کا دن ہے، اس جشن کیلئے ہمیں اسلام کا ممنون ہونا چاہئے کہ اس نے ہمیں یہ جشن عنائیت کیا ، دراصل!

اسلام اس بات کا خواہاں ہے کہ انسان مسرت وشادمانی کے دن گزارے، رنج وغم کی تصویر نہ بنے ، پس اس مقصد کیلئے اسلام نے ہمیں جشن عید کی خوشیوں سے لطف اندوز ہونے کی اجازت عطا فرمائی۔